کچھ کہانیاں وقت سے نہیں، تقدیر سے لکھی جاتی ہیں

قلمِ ازل

منیبہ شہباز

URDU NOVELS COLLECTION

"اللہ کے نام سے شروع کرتی ہوں جو بے حد مہربان،
نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

قلمِ اَزَل

از مَنیبه شهباز

اِیصال

یہ کتاب میں اپنے اللہ کے نام کرتی ہوں، جس نے مجھے یہ الفاظ بخشے، مجھے یہ کتاب لکھنے کے قابل بنایا اور اس میں موجود کہانیاں عطا کیں۔ کچھ لوگ لکھاری اپنی مرضی سے بنتے ہیں اور کچھ کو قدرت بنا دیتی ہے۔ میں اُن میں سے ہوں جسے قدرتِ ربی نے لکھاری بنا دیا ہے۔ اسی لیے اس کے لکھے ہر ہر حرف کو میں اللہ کی امان میں دیتی ہوں۔

پیشِ لفظ:

میرا نام **منیبہ شہباز** ہے۔ اور یہ میری پہلی کتاب **"قلمِ ازل"** ہے۔ اس میں **۱۲** مختلف کہانیاں موجود ہیں۔

قلمِ ازل یعنی وہ کہانیاں جو ابتدا سے ہی لکھی جا چکی ہیں، جن میں آزاد مرضی بھی ہے اور قدرت کا لکھا یعنی مکتوب بھی ہے۔ کچھ فیصلے ہماری مرضی ہیں، ہماری آزاد مرضی کا نتیجہ ہیں اور کچھ اللہ کا کامل منصوبہ۔

یہ سب کہانیاں اپنے آپ میں مکمل ہیں۔ یہ مختصر کہانیاں ہیں اور کچھ کہانیوں میں منظر نگاری بھی کم کی گئی ہے کیونکہ میرا ماننا ہے کہ کبھی کبھی آپ کو منظر نگاری کی نہیں صرف کہانی اور اس میں موجود سبق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں صرف یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ ایک ماضی تھا، ایک حال ہے اور ایک مستقبل ہو گا، جس پر سب اثر انداز ہو گا۔ اور آپ کے آج کے کیے فیصلے حقیقت کا رنگ اختیار کر لیں گے یہ ضروری نہیں بتایا جائے کہ وہ کیسے ہوا، کہاں ہوا، کس جگہ پر ہوا۔

میں دعا کرتی ہوں کہ یہ کتاب آپ کی زندگی میں باعثِ رہنمائی بنے، آپ کے سوالوں کا جواب بنے، آپ کے لیے باعثِ ہدایت بھی ہو اور آپ کو اس سے اللہ کے اذن سے ہر خیر ملے۔

قلمِ ازل

از منیبہ شہباز

- فلکِ جبرئیل
- مآب
- مکتوب
- اِذْن (آسمان کے فیصلے)
- سفرِ کُن فیکون
- خواب یا منزلِ خیر
- دیدِ نظر
- عبادت
- رازِ الٰہی (قصصِ یوسف و زُلیخا)
- وہ آنکھیں
- عہدِ نیا
- ہمارے نام

فلک

جبرئیل

فلکِ جبرئیل

تخلیقِ انسانی سے اب تک چار سوال ہمیشہ رہے ہیں۔

کائنات کیا ہے؟

کیوں بنائی گئی؟

نفرت اور محبت کیا ہے؟

خدا کیا ہے؟

کہتے ہیں کچھ راز اگر نامعلوم ہی رہیں تو حسین لگتے ہیں۔

کچھ چیزیں انسان کے علم کے لیے نہیں ہوتیں کیونکہ ہر علم، علمِ الٰہی ہے۔وہ جسے چاہے ظاہر کر دے اور جسے چاہے حروفِ مقطعات بنا دے۔

آج کل دنیا میں سب سے زیادہ کی جانے والی بات محبت ہے۔کیا کوئی واقعی جانتا ہے کہ محبت کیا ہے؟ کیونکہ ہم لوگ سنی سنائی باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ جب ہم چھوٹے ہوا کرتے تھے تب کے ڈرامے، فلمیں اور اب کے میڈیا میں بہت فرق ہے۔

دیکھا جائے تو آج ہماری نسل انہی کی عکاسی کرتی ہے۔ ہم سب ایک ایسی نسل ہیں جو تخیل کی دنیا میں رہتی ہے۔کیونکہ زندگی کی حقیقت تو موت ہے۔ مگر ہم جان نہیں سکتے۔ انسان جو دیکھتا ہے وہ اس کا عکس بن جاتا ہے۔انسان کو نفرت یا محبت کروانا بہت آسان ہے، جو اسے دکھاؤ گے وہ ویسا بن جائے گا۔

آج بات کریں گے صرف اور صرف محبت پر اور دیکھتے ہیں اس محبت میں کیا کیا آ جاتا ہے۔

محبت کا آغاز فرماں برداری سے ہوتا ہے اس میں کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔ آسان کرنے کے لیے قصۂ آدم کو یاد کرتے ہیں۔

اس سے پہلے رب حکم دیتا تھا، اس دن محبت کا تقاضا تھا شاید کہ جھک جاؤ سب سجدے میں اس انسان کے آگے کہ اس کو میں نے مقام دیا لا مقام سے آگے۔ سب جھک گئے سجدے میں ایک عزازیل نہ گیا۔

وہ **عزازیل** پھر عزازیل سے **ابلیس** بن گیا اس دن فرشتوں کی حالت کیا ہوگی؟ عرش پر کیسی قیامت ہوگی؟ ایک جن جسے کبھی فرشتوں میں شامل کیا جاتا تھا آج سب اسے شیطان کہتے ہیں۔

اور پھر وہ شیطان خود کہتا ہے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں اور ہم انسان شاید اپنا مقام ہی نہیں جانتے۔

یہ سب تو فرماں برداری تھی محبت کی۔

پھر محبت میں پابندی بھی ہوتی ہے، جو اس درخت کے پاس جانے پہ تھی۔

سورۃ البقرہ (2:35)

"وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ"

ترجمہ:

اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو خوب کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

سورۃ الأعراف (7:22)

"فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا۔"

ترجمہ:

"پھر شیطان نے انہیں دھوکے سے بہکا دیا، پھر جب انہوں نے اس درخت کا ذائقہ چکھا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں۔"

پھر آتا ہے محبت میں جدائی کا ڈر ،موت کا ڈر... اور ڈر انسان سے سب کروا لیتا ہے۔

کیونکہ اب اس کہانی میں صرف محبت نہیں، صرف خدا نہیں ابلیس بھی شامل ہے۔

ڈر بہت بار صرف شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آپ اللہ کو ہمراہ بناتے ہو تو آپ کو صرف برائی کا ڈر ہوتا ہے اور وہ ڈر جو ضمیر کے کچھ غلط کرنے پر لگتا ہے۔ باقی سب ڈر شیطانی ہیں۔

سورۃ الطلاق (65:3)
"وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ"

ترجمہ (اردو):

"اور جو اللہ پر بھروسا کرے، تو وہ (اللہ) اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔"

اللہ کہتا ہے کہ جو مجھ پر یقین کرے میں اس کے لیے کافی ہوں۔ انسان کے گناہ کے بعد کا عمل بتاتا ہے کہ وہ آدم بنے گا یا ابلیس، گناہ کر کے مایوس ہونا اور آڑ جانا ابلیس تھا۔ گناہ کر کے جھک جانا اور رب سے کہنا کہ ہمارا تیرے سوا کوئی نہیں اور توبہ کی امید پر زندہ رہنا والے آدم تھے۔

حدیث (سنن الترمذی، حدیث نمبر 2499)
كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ

ترجمہ:

"آدم کی تمام اولاد خطا کرنے والی ہے، اور خطا کرنے والوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

جنت ان لوگوں سے بھری ہوگی جو گناہ گار تھے مگر توبہ کرنے والے تھے۔ یاد رہے توبہ کی امید پر کیا گیا گناہ کفر ہے، اور خدا کفر معاف نہیں کرتا۔

حدیث (صحیح مسلم، حدیث 2749):

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ

ترجمہ:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ہٹا دے اور ایسی قوم لے آئے جو گناہ کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے اور اللہ انہیں معاف کر دے۔"

اگر گناہ ہو جائے تو طلبِ معافی میں رہنا سنتِ آدم ہے۔

شیطان بہکاتا ہے اور ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔

اللہ آزماتا ہے مگر ساتھ دیتا ہے۔

اللہ کسی موڑ پر آپ کو تنہا نہیں کرتا۔ جو چیزیں اسے معلوم ہو کہ بہتر نہیں وہ نہیں عطا کرتا کیونکہ درحقیقت رب ہر چیز بہتر کر رہا ہوتا ہے۔

یہ محبت ہے اس کی انسان سے، اس نے ہر مخلوق پر انسان کو ترجیح دی۔ اور شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ جو باپ کا دشمن ہو وہ اولاد کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے؟

محبت ہر حال میں جیت جاتی ہے۔

جدائیِ یوسف ہو یا بینائیِ یعقوب۔

شفائے ایوب ہو یا موسیٰ کے لیے ہارون۔

یا فریادِ یونس۔

محبت ایک آواز پر آ جاتی ہے، محبت ہمیشہ معاف کرتی ہے، بہت سی مشکلوں کے بعد بھی محبت جنت تک جاتی ہے، محبت اصل حقیقت پا لیتی ہے۔

کبھی کبھی سوچتی ہوں کیا آج بھی جبرئیل فلک سے نیچے آتے ہوں گے؟

کیا آج بھی وہ دیکھتے ہوں گے حالِ زندگی اولادِ آدم کا؟

کیا وہ سوچتے ہوں گے کہ یہ وہی آدم کی اولاد ہے جسے رب نے سب سے افضل رکھا؟

جس مقام پر میرے پر جلتے تھے اس مقام سے آگے گئے محمد ﷺ۔

اور آج آدم کی اولاد صرف محبت کے لیے رو رہی ہے، جس کا اسے یہ بھی نہیں پتا کہ ہے بھی یا نہیں۔

یہ صرف اس لیے کہ ہماری امت نے حلال کو خود پر حرام اور حرام کو حلال کر لیا ہے۔ خدا سے دوری اور شیطان سے قربت۔

"خدا کی دوری کبھی انسان کو مکمل نہیں کر سکتی۔"

یہ سب جو آج ہے یہ درد، یہ بے سکونی، صرف اللہ سے دوری کی وجہ سے ہے۔ **"اللہ سے اتنا دور نہ جاؤ کہ ابلیس بن جاؤ۔"**

اگر دیکھا جائے تو یہ کہانی آج بھی زندہ ہے ہر شخص میں ہر انسان میں۔

آپ کو کیا لگا اللہ نے آپ کو اس دنیا میں بغیر کسی وجہ کے بھیج دیا؟

یہ کہانی یہ سب ہمیں اس لیے بتایا کہ جہاں ہم نہ اٹھ سکیں رب کو یاد کریں۔

ہم سب کی زندگی میں کسی نہ کسی نبی کی زندگی کی کہانی چل رہی ہوتی ہے مگر ہم سمجھ نہیں پاتے۔

کچھ لوگ معاشرے کی طرف سے تنہا چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ خدا کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، کچھ اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں، کچھ کے خوابوں میں بھی سوال ہی سوال ہوتے ہیں۔
کچھ جدائی کے درد سے گزر رہے ہوتے ہیں، کچھ بیماریوں سے جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں، کسی کے والدین ساتھ نہیں ہوتے اور کچھ لوگ خود پر کیے گئے ظلم سے تھک چکے ہوتے ہیں۔
کچھ کو زندگی میں انمول ساتھی مل جاتے ہیں اور کچھ کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا ہو۔

حضرت نوحؑ کو اپنی قوم کی طویل مخالفت اور تنہائی کا سامنا رہا...

حضرت ابراہیمؑ نے حق کی تلاش میں بتوں کو چھوڑ کر خالص توحید کا راستہ اپنایا...

حضرت آدمؑ نے لغزش کے بعد توبہ کی اور اپنے رب کی طرف رجوع کیا...

حضرت یوسفؑ نے خوابوں کی تعبیر اور قید کی تنہائی میں آزمائش دیکھی...

حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی جدائی میں صبر کرتے رہے...

حضرت ایوبؑ شدید بیماری میں بھی صبر اور شکر پر قائم رہے...

حضرت محمد ﷺ نے یتیمی میں پرورش پائی، مگر پوری امت کے رہبر بنے...

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ظلم سے بچنے کے لیے ہجرت اور جدوجہد کی...

حضرت محمد ﷺ کو حضرت خدیجہؓ اور صحابہؓ جیسے بہترین ساتھی عطا ہوئے... اور حضرت موسیٰؑ کو ہارون۔ حضرت محمد ﷺ کو طائف اور مکہ میں شدید آزمائشیں آئیں، مگر اللہ نے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى (الضحیٰ 93:7)

"اور اس نے تمہیں راستہ بھٹکا ہوا پایا تو ہدایت دی۔"

یہ سب چیزیں، اگر غور کیا جائے تو قرآن میں یہ سب موجود ہیں۔ ہر وہ جواب، وہ کیفیت، ہر وہ بات، ہر وہ شے، جس سے ہم روز گزرتے ہیں اللہ نے ہمیں ان سب کا جواب دیا ہے۔ اس نے اپنی پسندیدہ تخلیق کو تنہا نہیں چھوڑا۔ اس نے دشمن کے ہر وار سے آگاہ کیا۔ شیطان کے مکر و فریب کو واضح کیا تاکہ ہم حاصل کر لیں **"وہ جنت جس کے ہم وارث ہیں"**

قرآن کی ہر چیز حکمت سے بھرپور ہے۔ ہم سب کو اپنی اینڈنگز پتا ہیں مگر ہم سمجھ نہیں پاتے۔

ہر کہانی خود کو دہرا رہی ہوتی ہے، ہر کسی کی زندگی میں قصۂ پیغمبر موجود ہے۔ ہر قصہ محبتِ الٰہی یقین اور ایمان سے مکمل ہوتا ہے۔

یہ غور کرنے کی بات ہے کہ ہماری زندگی میں کس پیغمبر کا قصہ چل رہا ہے۔ ہر قصے میں اللہ ہے

اور منزل ہماری وہی ہے۔ اور جو جوجب جب اس کے پاس گیا مکمل ہو گیا۔ ہر مراد پوری ہوئی۔ زندگی مشکل تھی مگر انجام حسین تھا۔ اس انجام میں ہر جگہ رب کا نام تھا۔

"مجھے یقین ہے آج بھی جبرئیل فلک پر گھومتے ہوں گے۔ آج بھی آسمان کے فرشتے زمین پر دیکھتے ہوں گے۔ آج بھی کئ لاکھ ہاتھ دعاؤں میں اٹھتے ہوں گے۔ آج بھی فلک پر کچھ نام مشہور ہو جاتے ہوں گے۔ آج بھی فرشتے آمین کہتے ہوں گے۔

آج بھی کچھ لوگ رب سے رب کی طلب میں ہوتے ہوں گے۔ آج بھی محبت میں الہام ملتے ہوں گے۔ آج بھی ٹوٹے دل جڑتے ہوں گے۔ آج بھی بچھڑے ملتے ہوں گے۔ آج بھی قصۂ آدم روز دہرایا جاتا ہوگا۔ آج بھی کئی ابلیس اور کئی آدم بنتے ہوں گے۔آج بھی بیت المعمور پرطواف ہوتا ہوگا۔ آج بھی کئی انتظار میں ہوں گے۔"

محبت بالکل خاموش عبادت جیسی ہوتی ہے کہ جب آواز کرتی ہے تو عرش ہلا دیتی ہے،جب دعا کرتی ہے تو نصیب بنا دیتی ہے۔ آسمان کے سب فرشتے سچی محبت سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ فرش پر نہیں عرش پر نام منوا لیتی ہے۔

محبت ٹی وی، ڈرامہ، فلم جیسی نہیں ہوتی، محبت سنی سنائی نہیں ہوتی۔

محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو روح کے پار جاتی ہے، وہ فرش کو چھوڑ عرش کو اپنا بنا لیتی ہے۔

محبت ضد نہیں ہوتی، محبت میں خود کو ختم نہیں کیا جاتا۔

محبت زندگی نہیں محبت موت ہوتی ہے، کیونکہ زندگی کا اصل موت سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ زندگی اصل میں موت ہے۔ محبت حساب کے آگے کی دنیا جیسی ہے۔

جو کہانی یہاں مکمل نہ ہوئی جنت میں ہوگی، جو خواہش یہاں ادھوری رہ گئی جنت میں پوری ہوگی۔

محبت اگر کفر بننے لگے تو خدا اسے چھین لیتا ہے۔ وہ اپنے بندے سے یہ خطا ہونے نہیں دیتا۔ وہ ہر بار اسے خود توڑ دیتا ہے، چاہے وہ انسان ہو یا کچھ بھی۔

خدا انسان کی انسان پر خدائی برداشت نہیں کرتا۔ وہ دل کو موڑ دیتا ہے اکثر توڑ دیتا ہے۔ صرف تیری بھلائی کے لیے زمانہ تجھے چھوڑ دیتا ہے۔

اگر آپ بھی زندگی کے کسی ایسے مقام پر ہیں تو یقین رکھیں اللہ کی محبت آج بھی آپ کے انتظار میں ہے۔ وہ آج بھی تہجد کے وقت پہلے آسمان پر ہوتا ہے۔ سب ویسے کا ویسا ہی ہے۔ فطرتِ انسان بھی،

فطرتِ شیطان بھی اور وہ رحمان بھی۔

وہ مقام جہاں انسان گیا آج بھی وہیں ہے، وہ مقام جہاں انسان ہے وہ آج بھی وہیں ہے۔

نہیں فرق فلکِ جبرئیل میں بھی، جبرئیل کے پر جہاں بھی ہیں۔

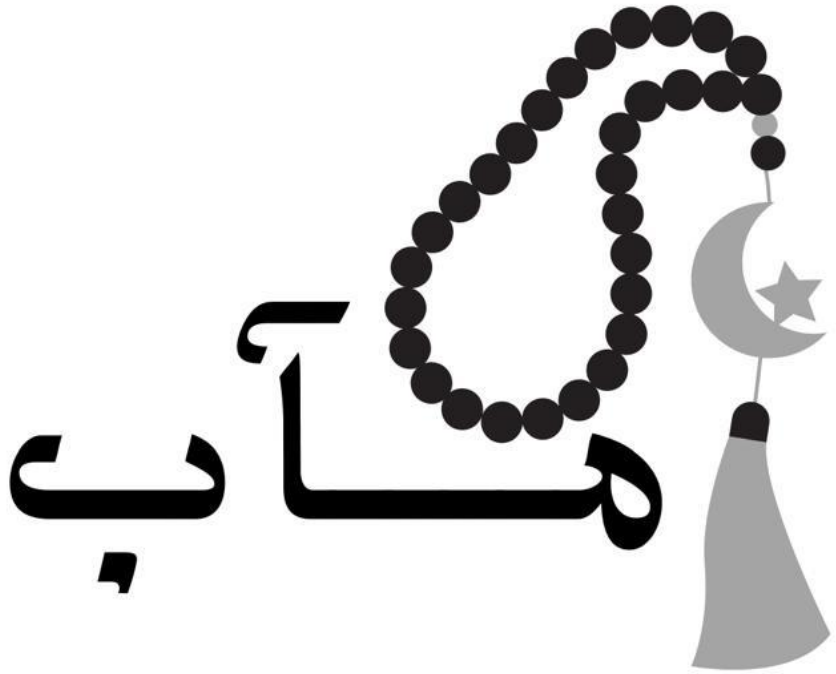
مآب

مآب

(حقیقت پر مبنی کہانی)

ستارے اس کے شہر کا طواف کیا کرتے ہیں۔

فرشتے وہاں سلام دیا کرتے ہیں۔

لکھتا ہے وہاں رب ہر کہانی نئ۔

وہاں محبت کا ایسا سماں آتا ہے۔

دل کو تو چھوڑ دو صاحب روح کو بھی آرام آتا ہے۔

سنا ہے لگتی ہیں وہاں درود کی محفل لب پر سب کے قرآن آتا ہے۔

دیتے ہیں وہ جواب درود کا بھی جب درود پڑھا جاتا ہے۔

اس کے قدموں کی آہٹ جنت تک سنائی دیتی ہے

تب ہی تو رب کے محبوب کو بھی اس کی صدا سنائی دیتی ہے۔

محبت میں ایسا مقام آتا ہے یعنی جنت میں یہ الہام آتا ہے۔

از منیبہ شہباز

حقیقت پر مبنی کہانیوں میں ایک کہانی ہے مآب، یہ درحقیقت دو اجنبیوں کی کہانی ہے۔ جو نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کی بھی بالکل الگ الگ جگہوں سے تعلق رکھنے والی دو لڑکیاں ہیں۔ ایک مدینہ ساحل اور دوسری عنایہ فہد۔ یہ دونوں الگ الگ شہروں سے تھیں۔ ایک گجرات کی رہنے والی تھی اور دوسری خیبر پختونخوا کی۔

عنایہ بہت چھوٹی تھی جب وہ سعودی عرب شفٹ ہو گئی اور ان کی پوری فیملی وہیں رہتی تھی۔ عنایہ کا وہ سفر، جو پہلی بار اس نے حرم پاک کا کیا، کسی یادگار سے کم نہ تھا۔ پہلی بارش، پہلی آواز، پہلی نظر، پہلا سفر تو سب کو یاد رہتا ہے، مگر یہ کچھ الگ تھا۔

وہ اپنی فیملی کے ساتھ مدینہ شریف گئی تھی، مگر وہاں اپنی امی سے جدا ہو گئی۔ کہیں دور بیٹھی روتی جا رہی تھی کہ اتنے میں ایک آنٹی کی نظر اس پر پڑی۔

انہوں نے عنایہ کو پاس بٹھایا اور کہا:

"بیٹا، روؤ نہیں، میں تمہاری امی کو ڈھونڈ لوں گی۔ تم بس دعا کرو۔"

اور انہوں نے اسے ایک تسبیح دی اور کہا:

"بیٹا، پڑھتی رہو۔"

تب عنایہ صرف سات سال کی تھی۔ بہت دیر تلاش کرنے کے بعد وہ روتی روتی اپنی فیملی سے جا ملی۔ آج بھی جب وہ ان آنٹی کو یاد کرتی تھی تو دل سے دعائیں دیتی تھی۔

یہ بات سچ ہے، جو مدینہ میں گم ہو جائے وہ حقیقت میں کبھی گم نہیں ہوتا۔ وہاں ہر بچھڑا مل ہی جاتا ہے، اس لیے وہاں ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

دوسری طرف مدینہ ساحل تھی۔ جو زندگی اس طرح جی رہی تھی کہ زندگی کے بدلنے کا کوئی ڈر نہ تھا۔

آہستہ آہستہ زندگی چلتی رہی، اور اب 2007 سے 2015 کا وقت آ چکا تھا۔ اب یہ دونوں پندرہ سال کی تھیں اور کس نے سوچا تھا کہ یہ دونوں جو الگ الگ سفر کر رہی ہیں، کسی ایک موڑ پر آ کر مل جائیں گی۔

مدینہ بھی اب سعودی عرب آ چکی تھی، اور اس کا مدینہ شریف کا سفر بھی عنایہ سے مختلف نہ تھا۔ اس کے نصیب میں بھی شاید مدینہ جا کر گم ہونا ہی لکھا تھا۔

عجیب لگتا ہے نا یہ سن کر کہ کیسے دو لوگوں کی کہانیاں اتنی مل سکتی ہیں؟ مگر یہ اللہ کی کارسازی تھی کہ یہ سب کچھ یوں مل رہا تھا۔ بات یہاں تک آ گئی تھی کہ جو ایک دوسرے کو جانتی بھی نہیں تھیں، وہ ایک ہی اسکول میں، ایک ہی جگہ پڑھتی تھیں۔

مگر مل کر بھی کبھی نہ مل سکیں۔ بات تو کرتی تھیں، مگر تھوڑا فاصلے سے۔ دونوں ایک دوسرے کا سفر اور ایک دوسرے کی کہانی نہیں جانتی تھیں۔ ٹیوشن اور اسکول دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

اب ان دونوں نے میٹرک کر لیا تھا اور کالج کی زندگی شروع ہو چکی تھی۔ اب دونوں الگ الگ کلاس میں تھیں، مگر مضامین ایک جیسے تھے۔

ایک دن مدینہ ٹیوشن گئی تو پتا چلا کہ کچھ نئے اسٹوڈنٹس آئے ہیں، جن میں ایک عنایہ بھی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگیں اور کہا:

"ارے! ہم تو ایک ہی کلاس میں تھے، مگر اب کلاس الگ ہے اور ٹیوشن ایک!"

اب وہ دونوں بہت قریب ہو گئی تھیں۔ 2019 شروع ہو چکا تھا، اور کالج کی زندگی ختم ہونے والی تھی۔ فروری کا مہینہ تھا۔

25 فروری 2019 کو عنایہ مدینہ کے پاس آئی اور اسے ایک تسبیح تحفے میں دی اور کہا:

"یہ تسبیح میرے لیے بہت خاص ہے، مگر میں جانتی ہوں کہ یہ میرے پاس تمہارے لیے ہی تھی۔ میں جب سات سال کی تھی تو مجھے یہ ملی تھی۔"

یہ وہی تسبیح تھی جو آنٹی نے عنایہ کو مدینہ شریف میں دی تھی، اور آج پورے بارہ سال بعد وہ مدینہ کے پاس تھی۔ کیونکہ بارہ سال سے وہ تسبیح سفر میں تھی، اپنی حقیقی مالک تک پہنچنے سے پہلے۔

نہ وہ آنٹی عنایہ کو جانتی تھیں، نہ مدینہ کو۔ اور یہ دونوں تو ایک ہی جگہ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو نہیں جانتی تھیں۔

آج وہ آنٹی کہاں ہیں، کوئی نہیں جانتا۔ مدینہ اور عنایہ پھر سے دنیا کی الگ الگ جگہوں پر پہنچ گئیں۔

اسی کو کہتے ہیں مآب یعنی اس جگہ لوٹ جانا جہاں سے انسان آیا ہو۔ تبھی تو کہا جاتا ہے کہ جو آپ کا ہوتا ہے،اللہ اسے آپ تک ایسے لے آتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔

جو آپ کا ہو، وہ بارہ سال بعد بھی آپ تک آ جاتا ہے، اور جو نہیں ہوتا وہ آ کر بھی چلا جاتا ہے۔ اپنی زندگی کو صبر کے ساتھ گزارو اور اس پر یقین رکھو۔

اگر ایک تسبیح، جس کا انسان کو یہ بھی علم نہ ہو کہ وہ اسی کی ہے، اپنے اصل مالک تک پہنچ سکتی ہے تو جو تمہارا نصیب ہے وہ کسی اور کے پاس کیسے جا سکتا ہے؟

اپنے رب کی ذات پر ایسا یقین رکھو کہ جو تمہارا ہے وہ تم تک ایسے آئے کہ عرش اور فرش حیران رہ جائیں۔ ہر وہ چیز جس پر تمہارا نام لکھا ہوتا ہے کہیں اور نہیں جاتی۔ تمہارا نصیب ہمیشہ تمہارا ہی رہتا ہے۔

بس یقین کے ساتھ دعا کرو، جو تمہارا ہے اللہ خود تم تک لے آئے گا۔ تمہارا کام صرف یقین رکھنا ہے، باقی سب وہ خود کر لے گا۔

وہ تسبیح، یہ کہانی اور وہ دو دوست۔

دیکھا جائے تو وہ خود کہتا ہے:

"سمجھ رکھنے والوں کے لیے ہر چیز میں میری نشانیاں ہیں۔"

یہ اس کی قدرت ہی تو ہے۔ہم کسی سے خود نہیں ملتے، ہمیں ملایا جاتا ہے۔ اور کچھ کہانیاں قدرت خود لکھتی ہے، اور جو وہ لکھتی ہے کمال لکھتی ہے۔ ہم سب کی کہانیاں اللہ نے خود لکھی ہیں، جیسے اس نے مآب لکھی ہے۔

مکتوب

مکتوب

اس کہانی میں استعمال ہونے والی غزلیں میری خود کی لکھی ہوئی ہیں۔.

وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے آنکھیں آسمان کی طرف کیے منہ میں کچھ بولی جا رہی تھی۔ اُس نے اللہ سے کہا تھا، "یا میرے رب مجھے وہ دکھا جس کو دیکھنے کے بعد میں سکون پا جاؤں۔ ایک ایسا سکون جو میری روح کو تازہ کر دے۔ ایک ایسی تسلی جو مجھے تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔" آنکھیں بند کر کے وہ موبائل پر اسکرول کرنے لگ گئی۔ جیسے ہی اُس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ایک آیت پائی جو شاید اُس کے لیے سچ میں کافی تھی۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ

ترجمہ: "زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو کوئی مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔" سورۃ الحدید (57:22)

اُس نے ایک سکون کا سانس لیا اور بولی، تو ایسے راضی تو میں بھی راضی۔ یہ لفظ اُس کو کہنے میں تو دو منٹ لگے تھے مگر سمجھنے میں زندگی کے کئی سال، سال وہ بھی جوانی کے۔ خود کو تبدیل کرنے والا ہر شخص یہ فیصلہ تب کرتا ہے یا تو جب اللہ نے اُس کے لیے ہر راہ بند کر دی ہو اور وہ کچھ کر نہ سکتا ہو، یا تو پھر جب ہر چاہ ختم ہو گئی ہو۔ لوگ اکثر کہتے ہیں جب سب مکتوب ہے تو ہمارا کیا قصور۔ مگر کچھ چیزیں آپ پر بھی ہوتی ہیں، بلکہ بہت کچھ آپ پر ہی منحصر کرتا ہے۔

صبح فجر کے بعد کا وقت تھا۔ یافیہ نے یُسُر سے اپنی ڈائری مانگی، وہ اُس میں کچھ لکھنے ہی والی تھی کہ بند کر کے باہر چلی گئی۔ یُسُر نے آواز لگائی، "آپی! آپ نے اس میں کچھ لکھنا تھا کیا؟"

یافیہ نے جواب دیا، "نہیں مکمل ہے، اب یہ تم لے لو۔"

"میں؟" یُسرٰ نے حیرانی سے پوچھا، "مگر میں کیوں!"

"اس میں تمہیں تمہارے جواب ملیں گے۔" یافیہ نے جواب دیا۔

"کیسے جواب؟ آپی اندر آؤ۔" وہ زور سے بولی۔ اندر آتے ہی یافیہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ہاں بولو کیا کہہ رہی تھی؟"

"جواب! آپی ایک تم اور تمہارا بات کرتے کرتے بھول جانا۔ ویسے تو تمہیں ہر شے یاد رہتی مگر دو منٹ پہلے کی بات بھول جاتی ہو۔" وہ طنز کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"کبھی کبھی بھول جانا بہتر ہوتا ہے۔"

یافیہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے ہی والے تھے کہ اُس نے آنکھیں اوپر کر لیں اور بولی، "ہاں پوائنٹ پر آتی ہوں میں۔ میں نے تمہارے لیے تیار کی ہے یہ ڈائری۔ جب کبھی مشکل میں ہو تو اللہ سے سوال کر کے اس کو کھول لینا۔ تمہیں تمہارا جواب مل جائے گا۔ اس میں مختلف اقوال، آیات اور مختلف سائن ہیں۔ کہیں نہ کہیں وقت بھی لکھا ہوا ہے۔ وہ وقت دیکھ کر قرآن میں سے آیت نکال لینا۔ کچھ میری اپنی تحریریں بھی ہیں، اور کہانیاں بھی۔ اور دیکھنا تمہیں تمہارے جواب مل جائیں گے۔ میں نے دعا کرتے ہوئے یہ ڈائری بنائی ہے۔ انسٹاگرام سے مختلف سائن بھی لیے۔ خیر اب سمجھ آ گئی؟"

"اچھا!" یُسرٰ بولی، "میرے جواب کے لیے تم ہو نا میرے پاس، میرا پرسنل چیٹ جی پی ٹی" وہ مسکرا رہی تھی۔

"نہیں یُسرٰ، ہر شخص ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا۔ تمہیں اکیلے رہنے کی اور سب سنبھالنے کی عادت ہونی چاہیے۔"

"نو وے، اگر تم نہیں تو علیفہ آپی ہیں نا۔ وہ بھی تو میری بہنوں جیسی ہی ہیں۔"

علیفہ اور یافیہ دوست تھیں اور یُسرٰ یوسف، یافیہ یوسف کی بہن۔ یُسرٰ ہمیشہ ہنستے رہنے والی، باہر آنے جانے والی لڑکی تھی۔ یافیہ اس کے برعکس خاموشی پسند، خود میں رہنے والی، زیادہ نہ بولنے والی تھی۔ مگر یُسرٰ کے لیے وہ بہت بول سکتی تھی۔ علیفہ، یافیہ اور یُسرٰ میں بہت پیار تھا۔ مگر یُسرٰ کو ہمیشہ لگتا تھا کہ یافیہ اور علیفہ یُسرٰ سے کچھ چھپاتی ہیں، اس کو سب نہیں بتاتیں۔ اور یہ بات مکمل طور پر جھوٹ بھی نہیں تھی۔

ان میں ایسی بہت سی کہانیاں تھیں جو یُسرٰ نہیں جانتی تھی۔ یُسرٰ نے اپنی دوستوں سے سنا ہوا تھا کہ بہنوں کی شادیوں پر بہت مزہ آتا ہے۔ اس کو بہت بے صبری سے یافیہ اور علیفہ کی شادی کا انتظار تھا۔ وہ دونوں جب بھی شادی کا موضوع شروع ہوتا ٹال دیتی تھیں۔ ظاہر سی بات ہے ہر کسی کے لیے شادی کا موضوع یا شادی کوئی فینٹسی یا پریوں کی کہانی نہیں ہوتی کہ وہ ہمیشہ خوش رہیں گے۔ کچھ لوگوں نے اپنے بچپن میں والدین سے متعلق صدمے دیکھے ہوتے ہیں اور کچھ کی اپنی کہانی ایسی ہوتی ہے۔ وہ اس کو سوچنا ہی نہیں چاہتے۔

یُسرٰ اور یافیہ میں دس سال کا فرق تھا۔ علیفہ اور یافیہ ہم عمر تھیں۔ علیفہ اور یافیہ پچیس سال کی تھیں جب کہ یُسرٰ پندرہ سال کی ہو گئی تھی۔

اس کے کچھ دن بعد یُسُر یوسف ہسپتال میں بیٹھی مریض سے ملنے کا انتظار کر رہی تھی، وارڈ میں صرف ایک ہی شخص کو اجازت تھی اور وہ بار بار گھڑی کو دیکھ رہی تھی، ہر ایک ایک سیکنڈ میں۔ اُس نے سر جھکا لیا۔ اب کی بار جب اُس نے پھر سے گھڑی کی طرف دیکھا تو 9:51 ہو رہے تھے، اُس کی آنکھیں اُدھر ہی جم گئیں۔ اُس نے دہرایا: "9:51"

اُس کے ذہن میں خیال آیا اور منہ سے نکلا، سائنز۔

اتنی دیر میں اُس کو اندر کمرے کے لیے بلا لیا گیا، وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں ایک لڑکی بے سُدھ بیڈ پر پڑی تھی۔ اُس کو ڈرِپ لگی ہوئی تھی۔ نرس بس انجیکشن ڈرِپ میں ڈالنے والی تھی۔ یُسُر نے جا کر اُس کا ہاتھ پکڑا۔ اُس کی نظر اُس کے ہاتھ میں پہنے بریسلٹ پر پڑی، اور وہ خاموشی سے اُسے دیکھتی جا رہی تھی۔

آج اس بات کو گزرے ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور اُسے یہ بات پھر یاد آئی۔ اُس نے جلدی سے الماری کھولی اور کچھ ڈھونڈنے لگ گئی۔ اُس نے اندر سے ڈائری پکڑی اور اللہ سے کہا، "یا رب مجھے بتا!" سینٹر سے ڈائری کھلی اور وہاں لکھا ہوا تھا۔

"میری پیاری یُسُر، جب یہ صفحہ کھولو گی میں نہیں جانتی تم کس مقام پر ہو گی، مگر مجھے اتنا یقین ہے کہ تمہیں اس کو جاننے کی سب سے زیادہ ضرورت تب ہی ہو گی۔ اللہ تمہیں یہ کہانی بہترین وقت پر دے گا۔"

اُس نے پڑھنا شروع کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تمہیں لگتا ہے کہ علیفہ اور میں تم سے بہت کچھ چھپاتے ہیں، اور یہ بات مکمل طور پر جھوٹ بھی نہیں ہے۔ ایک کہانی ایسی ہے جو تم نہیں جانتی اور وہ میں تمہیں آج بتاؤں گی۔ تم ہمیشہ پوچھتی تھی نا کہ ہم شادی کو لے کر بات کیوں ٹال دیتے ہیں، یا پھر ہم

شادی سے اتنا بھاگتے کیوں ہیں، یا ہم شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے اور تمہاری ایکسائٹمنٹ کی قدر نہیں کرتے۔ ہر کوئی خواب دیکھتا ہے مگر اُن کی تعبیر سے ڈرتا ہے۔ کچھ خواب دیکھنا چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ اُس کے پورے نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہمارا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

میں بھی چاہتی تھی کہ میں شادی کروں پچیس کی عمر میں۔ پیغمبر محمد ﷺ کی طرح، اُن کا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا تھا۔ میں بھی وہی چاہتی تھی، مگر ہر شے قسمت میں لکھی ہوتی ہے، ہر خوشی ہر شخص کو نہیں ملتی۔ چاہے سجدے کرو یا کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر مانگو، کچھ لوگ ہمارے نہیں ہوتے۔

میں نے شدت بھری محبت کو پل میں خاک ہوتے دیکھا ہے۔

میں نے خاک کے پتلے کو عشق بنتے دیکھا ہے۔

میں نے ہر روپ میں عشق دیکھا ہے۔

پھر فنا ہوتے دیکھا ہے۔

میں نے اپنے عشق کو بھی پھر خدا بنتے دیکھا ہے۔

ازمنیبہ شہباز

خدا محبوب ہونا چاہیے مگر محبوب خدا نہیں۔ جب ہم محبوب کو خدا بنا لیتے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ایک ایسا بت بن جاتا ہے جس کا ٹوٹنا ضروری ہوتا ہے، اور اگر وہ بت خدا نہ توڑے تو آپ شرک کر بیٹھتے ہو۔ یہ وہ بت ہے جسے ہم خود تراشتے ہیں، خود سجاتے ہیں۔ وقت لے کر، دعا کر کے۔ بنا یہ سوچے کہ وہ ایک نامحرم ہے۔ اپنا ہر وقت اُس پر ضائع کرنا، اسٹاک کرنا، کیوریس ہونا، دعائیں کرنا، یہ سب لگتا تو اسلامی ہے

مگر نہیں۔ ہوتا نہیں ہے، خدا نے کب کہا کہ ایک شخص کو اپنے اوپر اتنا حاوی کر لو کہ اُس کو مرکز بنا کر زندگی کو اُس کے گرد گھما دو۔

تَٱللَّهِ لَقَدۡ أَرۡسَلۡنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٖ مِّن قَبۡلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَعۡمَٰلَهُمۡ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ ٱلۡيَوۡمَ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٞ

سورۃ النحل (16:63)

"اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف (رسول) بھیجے، پھر شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا، پس آج وہی ان کا سرپرست ہے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"

شیطان لوگوں کو اُن کے گناہوں کی طرف مائل کرتا ہے، اُن کے برے اعمال کو اچھا، پرکشش اور قابلِ قبول دکھاتا ہے، تاکہ لوگ سچائی اور ہدایت سے منحرف ہو جائیں۔

ہم اس محبت کو سچی محبت کا نام دے کر گناہ پہ گناہ کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک شخص کو محور بنا کر ہر شے سے بہتر کر دیتے ہیں مگر پھر بھی اللہ ہم پر بہت رحم کھانے والا ہے۔ یہ سب شیطان کر رہا ہوتا۔ ارے تم اُس کی وجہ سے تہجد میں اٹھ رہے ہو، اللہ سے مانگ رہے ہو، کیا غلط کر رہے ہو؟ دیکھ ہی رہے ہو، اسٹاک ہی کر رہے ہو، بات تو نہیں کر رہے نا۔ یہ چیزیں آہستہ آہستہ ہمیں کھوکھلا کر دیتی ہیں، ہمارے اندر کا ایمان کھا جاتی ہیں اور کوئی بھی ایک ہی بار میں حد سے تجاوز نہیں کرتا، مرحلے آتے ہیں اور ہر آنے والا پہلے سے زیادہ خطرناک۔

يَدۡعُ ٱلۡإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلۡخَيۡرِۖ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ عَجُولٗا

"اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے جس طرح وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے، اور انسان بڑا ہی جلدباز ہے۔"

یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے:

• دعا سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے۔

• ہر چیز جو ہم چاہتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ہمارے لیے بہتر ہو۔

• اللہ ہم سے زیادہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا خیر ہے۔

آج میں تمہیں اپنی نہیں، علیفہ کی بات بتاؤں گی اور اپنی بات تمہیں تب بتاؤں گی جب تم 16 کی ہو جاؤ گی اور میں 26۔ تب تک کے لیے اتنا ہی، تم بھی فری نہ ہو۔ ویسے بھی تمہیں تو علیفہ کی باتیں سننے کا زیادہ شوق ہے۔ جب تم 6 سال کی تھی نا، یہ تب کی بات ہے۔ علیفہ کو ابھی 16 کا ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا، میٹرک کر چکے تھے ہم۔ اُس وقت علیفہ کسی کو پسند کرتی تھی۔دیکھنے میں تو سب بہت ہارم لیس لگتا تھا کہ اسٹالک کر رہے ہیں اور تو کچھ نہیں نا، دیکھ ہی رہے ہیں۔ مگر یہ ایسا زہر ہے جو انسان کو آہستہ آہستہ کھاتا جاتا ہے، نہ وقت کا پتہ چلتا ہے نہ حالات کا اور نہ ہی جذبات کا۔ حواسوں پہ طاری ہو جاتا ہے سب۔ اور انسان اس کو خدا سے جوڑ رہا ہوتا ہے۔ خدا کے ساتھ جڑی ہر شے بھی خیر نہیں ہوتی۔ بس اِس چیز پہ کہ وہ خدا سے جڑ رہی ہے وہ خیر ہے کہنا بالکل فضول بات ہے۔ یہ سب لکھا گیا نہیں ہوتا، یہ آپ کی اوپن چوائس ہوتی ہے، یہ مکتوب نہیں، وہ عمل ہیں جو انسان جانتے ہوئے کرتا ہے۔ ایک فعل اگر آپ کو راہِ حق سے ہٹا سکتا ہے تو وہ کیسے مکتوب ہو گا؟ اللہ نے انسان کے لیے صرف خیر لکھی ہے، شر ہم خود اپنا رہے ہوتے ہیں۔ جانتے ہیں گانے حرام ہیں پھر بھی سنتے ہیں، اپنی روح کو تباہ کرتے ہیں ۔ جبکہ ہم روحِ اللہ ہیں۔

اللہ قرآن میں فرماتے ہیں کہ

عَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

علیفہ آگے پڑھنا چاہتی تھی، وہ ہمیشہ سے ڈاکٹر بننا چاہتی تھی۔ مگر اُس کے لیے اُس کی ماما کے جاننے والوں کی طرف سے رشتہ آیا۔ اب تم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہی ہو گی۔ پتا ہے مجھے تمہارا۔" یُسُر یہ پڑھتے ہوئے نم آنکھوں سے مسکرائی اور اُس نے صفحہ پلٹا۔

"آنٹی ہمیشہ سے پرانے خیالات کی مالک تھیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کل کے زمانے میں کون اتنی جلدی شادی کرتا ہے،سب پڑھتے ہی ہیں۔ ایسا ضروری نہیں ہے، کچھ لوگوں کے خیال میں آپ شادی کے بعد بھی پڑھ سکتے ہو اور قرآن کا بھی کر سکتے ہو۔ میٹرک کر لیا کافی ہوتا ہے۔ علیفہ نے بہت بار نہ کی کہ وہ پڑھنا چاہتی ہے، شادی نہیں کرنا چاہتی۔ مگر آنٹی کے حواس پہ اُس وقت میں صرف شادی تھی۔ پھر ہم نے سوچا ہم استخارہ کرتے ہیں۔ ہم اُس وقت بہت سی غلط فہمیوں کا شکار تھے، وہی پیر بابا ٹائپ سوچیں کہ کوئی بڑا استخارہ کرے گا۔ ماں باپ، نانا، دادو یا کہہ لو پورا خاندان سوائے اُس شخص کے، مگر ہم یہ بھی جانتے تھے خود بھی کرتے ہیں۔ پر یہ نہیں پتا تھا کہ استخارہ صرف وہ شخص کرتا ہے جس کا کام ہوتا ہے۔ علیفہ کے آدھے خاندان نے، میں نے اور علیفہ نے سب نے استخارہ کیا۔ خاندان سے میرا مطلب یہ ہے کہ ماما، نانی، دادی، میں نے اور علیفا نے۔ ہم دونوں تو خود یہی چاہتے تھے کہ شادی نہ ہو اور علیفا کی شادی ڈاکٹر بن جانے کے بعد اُس شخص سے ہو جس سے وہ محبت کرتی ہے، جسے وہ پسند کرتی ہے۔ ہم اپنے دل کا جواب چاہتے تھے اور آنٹی لوگ اپنے اور استخارہ کی دعا اس کے بالکل برعکس تھی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِن فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِن كُنتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ

بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِن كُنتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعے ہدایت طلب کرتا ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعے طاقت مانگتا ہوں، اور تیرے عظیم فضل میں سے سوال کرتا ہوں۔ بے شک تو قدرت والا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو غیب کا جاننے والا ہے۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ میرے دین، میری روزی اور میرے انجامِ کار کے لحاظ سے میرے لیے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما، اسے میرے لیے آسان بنا دے اور اس میں میرے لیے برکت عطا فرما۔

اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ میرے دین، میری روزی اور میرے انجامِ کار کے لحاظ سے میرے لیے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے، اور جہاں بھی بھلائی ہو اسے میرے لیے مقدر فرما دے اور مجھے اس پر راضی فرما دے۔"

کلیر۔ دین، دنیا اور آخرت کی خیر مانگی جا رہی ہے۔ اور جب اللہ سے مانگا جائے تو نہ ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کام تبھی ہو اگر میرے لیے خیر ہے تو ان سب کے بعد علیفہ کا نکاح ہو گیا۔ ہماری لیے تو وہی ڈیڈ اینڈ تھا کہ بس ہو گیا نکاح، کام ختم، خواب وغیرہ سب ختم۔ مگر اللہ کی قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ لڑکا جو اتنا شریف بتایا جا رہا تھا اصل میں ڈرگز ایڈکشن میں تھا۔ آنٹی کے کسی دور کے رشتہ دار نے اُن کو اپروچ کیا اور یہ بات بتائی مگر اُنہیں یہ علم نہیں تھا کہ نکاح الریڈی ہو چکا ہے۔ پاکستان کی کمیونٹی سروس کام نہیں آئی، میرا مطلب دیسی آنٹی انکلز کو یہ بات اُن رشتہ دار تک پہنچتے پہنچتے دیر ہو گئی تھی۔ تم سوچ رہی ہو گی میں اتنی ایموشنل بات جو لی وے میں کیسے لے کر جا رہی ہوں۔ یہ جولی

نہیں اللہ کی حکمت تھی کہ رخصتی سے پہلے ہی اُن کو یہ بات سمجھ آ گئی، کبھی کبھی ایک شر میں سے گزر کر ہی خیر ملتی ہے۔

علیفہ نے خلع لے لی اور پھر آنٹی نے اُس کو ڈاکٹر بننے کی اجازت دے دی۔ اُس ٹائم پہ ہمیں یہ چیز بالکل سمجھ نہیں آئی۔ ہم بہت اداس اور پریشان تھے۔ہم اس سوچ میں تھے کہ پہلے شادی کیوں ہوئی اور اگر ٹوٹنی تھی تو ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس ٹھوکر کے بغیر آنٹی کا مائنڈ سیٹ کبھی چینج نہیں ہو سکتا تھا، اور علیفہ کبھی ڈاکٹر نہیں بن سکتی تھی۔

ہم شاید کبھی اتنا استخارہ پہ سرچ بھی نہ کرتے۔ ہم نے استخارہ پہ اور مکتوب پر بہت انفارمیشن فائنڈ کی۔ ایک دن ٹک ٹاک اسکرول کرتے ہوئے میرے پاس مفتی مینک کی ایک ویڈیو آئی اور گیس واٹ! جی آپ نے صحیح گیس کیا یہ استخارہ کے بارے میں تھا۔ اُس میں اُنہوں نے ایکسپلین کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ استخارہ کرو اور آپ کی شادی ہو جائے پھر کچھ منتھس بعد یا سال یا دن بعد آپ کی طلاق ہو جائے۔ آپ کے استخارہ کا مطلب اُس وقت کے لیے نکاح تھا اور پھر اُس سے طلاق تھا۔ بیبی اللہ نے آپ لوگوں کو آگے خیر دینی تھی۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے ٹاکسک تھے۔ یا اُس کے پاس کوئی ایسی ویلتھ یا چیز تھی جس کا حصہ اللہ آپ کو نہیں دینا چاہتا تھا، وہ آپ کی دین، دنیا اور آخرت کے لیے شر ہو سکتی تھی۔ اس لیے اُس کو ریموو کر دیا گیا۔ ان شارٹ علیفہ کے نصیب میں یہی لکھا تھا کہ وہ ان سب سے گزرے گی تو خیر پائے گی۔ اُس کا نکاح، اُس کی طلاق اور پھر اُس کا ڈاکٹر بن جانا یہ سب مکتوب بھی تھا اور خیر بھی۔

اس طرح ہمیں ایک بہت بڑا لائف لیسن ملا۔ یہ سب کے لیے آئی اوپننگ تو تھا مگر آہستہ آہستہ اس کی خیر بہت واضح ہوتی گئی۔ آئی نو یو! تم مکتوب کا سوچ رہی ہو نا؟ اللہ کے پاس علمِ غیب ہے جس کی بنا پر

اُس نے سب لکھا ہوا ہے کہ کیا کیا، کب کب، کس کس طرح ہو گا۔ اور آپ کیا کیا چوز کرو گے۔ اُس علمِ غیب کی بنیاد پہ اللہ کو پتا ہے آپ کب، کس طرح اور کہاں کس کو چنو گے اور پسند کرو گے۔ سب سے بڑا سوال، شادی، فری ول یا پھر مکتوب۔

فری ول ٹوٹلی۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے آپ کیا کرو گے اس کی بنیاد پر یہ مکتوب ہے۔ پھر فری ول کیسے؟

نبی ﷺ نے فرمایا:

"عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب و نسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے، اور اس کے دین کی وجہ سے۔ پس تم دین والی کو اختیار کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں (یعنی تم کامیاب ہو جاؤ گے)۔"

(صحیح البخاری 5090، صحیح مسلم 1466)

اگر فری ول نہ ہوتی تو یہ سب کیوں کہا جاتا کہ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو دیندار ہو، لیکن تم ان چار میں سے کسی ایک خوبی والی سے بھی نکاح کر سکتے ہو۔

کہانی بہت سمپل ہے، ہم کمپلیکیٹڈ کرتے ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے یہ چیز اور بھی کلئیر ہوتی جا رہی ہے کہ اسلام فطرت کے بہت قریب ہے۔ جو شے اللہ کو پسند ہے وہ حقیقت میں بہت پیاری ہے اور جو وہ ناپسند کرتا ہے نا، وہ سچ میں خیر نہیں۔ انسان اگر اپنی فطرت کو سمجھ جائے تو وہ مان جائے گا یہ دین ہی حق ہے، اور یہ ریسٹرکشنز نہیں پروٹیکشن ہیں۔ اگر ہم صحیح طرح سے فالو کریں تو خیر ہی خیر ہے۔
اب تم سمجھ گئی ہو گی کہ مکتوب کیا ہے۔ ہر وہ شے جو ہمارے اختیار سے باہر ہے وہ مکتوب ہے۔
ہمارے پیرنٹس، ہمارا رزق، ہمارا ایک اسپیسیفک جگہ پر پیدا ہونا، ہمارا کوئی ایکسیڈنٹ ہو جانا، یہ سب کوئی بھی شے جس میں ہمارا زور نہیں وہ مکتوب ہے اور جو چیزیں ہم کنٹرول کر سکتے ہیں وہ سب فری ول

ہے۔ چوائس آف فرینڈز، چوائس آف ورڈز، چوائس آف ہاؤس، چوائس آف اسپاؤس، چوائس آف یونیورسٹی، چوائس آف کیریئر، ہر وہ کنٹرول ایبل فیکٹر چاہے وہ دن میں قرآن پڑھنے سے نماز پڑھنے کا ہو یا حفظ کرنا سب فری ول ہیں۔

قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

"کہہ دو ہم پر ہرگز کوئی مصیبت نہیں آتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے **مکتوب** کی ہے، وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔"

(سورۃ التوبہ 9:51)

تمہیں پتا میرے لیے سب سے خوبصورت مکتوب کیا ہے؟ یُسُر یوسف تم۔ اور سب سے خوبصورت فری ول علیفہ۔

مجھے مکمل کرنے میں ہر حرف اُس کا ہے۔

میری کہانی میں ہر لفظ اُس کا ہے۔

جو لکھی گئی ہو عرش پہ اُسے فرش والے کیسے سمجھیں گے۔

پھر مکمل ہو یا ادھوری ہو یہ رمز اُس کا ہے۔

عشق میں خدا ہو مانا عشق ہے۔

از منیبہ شہباز

پتا نہیں یہ شاعری اس رائٹر کی ادھوری رہ گئی، شاید اس میں بھی کچھ مصلحت ہو۔ ہاں ہے نا میری بیبی گرل، جیسے میری کہانی آج ادھوری رہ گئی۔

ویٹ انٹل یو ٹرن 16، اللہ حافظ فرام مائی سائیڈ!

پیج کے اینڈ پر یافیہ یوسف کے سگنیچر اور ٹائم (9:51 am) لکھا ہوا تھا۔

ایک آخری بات کہوں گی۔ ہاں اب تم بولو گی مجھے اللہ حافظ کر کے ہی آخری بات یاد آتی ہے۔ اب کیا کہوں میں ایسی ہی ہوں۔ اینڈنگ اٹ ود۔

وَأَنَّهُۥ هُوَ أَضۡحَكَ وَأَبۡكَىٰ

"اور بے شک وہی ہے جو ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔"

(سورۃ النجم 53:43)

یُسرٰ نے جب ڈائری بند کی تو وہ زور زور سے رو رہی تھی۔ اُس کے آنسو بند ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ 9:51 یہ وہی وقت تھا جس پہ وہ ہاسپٹل میں تھی، اور وہ بریسلیٹ جو اُس لڑکی نے پہنا ہوا تھا جس پہ اُس کی نظر رکی تھی، اُس پر مکتوب لکھا ہوا تھا۔ وہ لڑکی کوئی اور نہیں یافیہ یوسف تھی۔ جو نرس کے غلط انجیکشن لگانے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ بظاہر تو ایسا ہی تھا مگر اُس کا مرنا مکتوب تھا۔ وہ یُسرٰ کی یافیہ نہیں رہی تھی، نہ وہ 26 کی ہو پائی اور نہ یُسرٰ 16 کی، اور وہ سب باتیں ان کہی رہ گئیں۔ نہ اُس کی کہانی کھلی اور نہ وہ حالِ دل بیان کر پائی۔ اُس رائٹر کی غزل کی طرح اُس کی کہانی بھی ادھوری رہ گئی۔ علیفہ یُسرٰ کے کمرے میں آئی اور اُس کو روتا دیکھ اُس کے گلے لگ گئی۔ علیفہ نے اُس کو بولا تم سجدہ کرو اور دعا کرو کیونکہ وہی ہنساتا ہے، وہی رلاتا ہے اور اللہ سے کہو کہ وہ ہم پہ اپنی رضا

آسان کر دے۔ وہ جیسے راضی ہے ہم ویسے راضی ہو جائیں۔ وہ سجدے سے اٹھی تو کچھ سکون پا چکی تھی۔ وہ چھوٹی سی عمر میں بہت کچھ دیکھ چکی تھی۔ اُس کے پاس اُس کی بہن کی آخری باتیں یہی تھیں۔ وہ آخری لفظ کہہ کر دنیائے فانی کو چھوڑ چکی۔ یُسرٰ نے علیفہ کو دیکھا اور بولی، "مکتوب۔"

روحوں کے درد میں پُرسکون سجدے جیسے۔

تیری راہ میں ملیں تو نفل بھی فرض جیسے۔

وراثتِ جنت کے لیے ایک دعا جیسے۔

وہ آدم اور ابلیس میں جنگ ہو جیسے۔

یہ جنت اور جہنم کے درمیان کی دنیا میرے اندر ہی بند ہو جیسے۔

از منیبہ شہباز

اِذْنٌ

اِذْن

(آسمان کے فیصلے)

اس کو کہانی کے طور پر لکھوں تو شاید کبھی مکمل نہ کر سکوں۔ اس لیے اس کو ایک سوال کے طور پر لکھوں گی۔ ایک دوست کا دوسرے دوست سے سوال۔ ہیلا اور میزا، دو ایسی دوستیں تھیں جو دکھ سکھ میں ہمیشہ ساتھ رہیں۔ اس زمانے میں جہاں لوگ کہتے تھے دوستی اتنی نہیں چلتی، یہ اسکول کالج کے دوست چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی دوستی کو 9-10 سال گزر چکے تھے۔ زندگی عمر دیکھ کر کبھی کسی کو کچھ نہیں سکھاتی۔ یہ تو اِذن ہوتا ہے۔ اللہ کا اِذن، مطلب اللہ کا حکم، ہر چیز لکھی گئی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے سے سوال کرنا تو عام سی بات ہوتی ہے مگر ایک سوال انسان کو کس موڑ تک لا سکتا ہے یہ کبھی کسی نے نہیں سوچا۔ اصل کہانی تب شروع ہوئی جب میزا نے ہیلا سے پوچھا۔

"یار خدا کس کو ملتا ہے؟ خدا کیسے ملتا ہے؟" سچ بتاؤں تو خدا ایک احساس ہوتا ہے جس کو انسان جیتا ہے۔ خدا تو ہر ایک کے پاس ہوتا ہے۔ شاید خدا کے ملنے سے ہر شخص کی الگ کہانی جڑی ہوتی ہے۔ ہر شخص کو خدا الگ طرح سے ملتا ہے۔ جس کی کہانی میں جس طرح سے ملے وہ اس کو بولتا ہے خدا ایسے ملتا ہے۔ ہیلا مسکرائی اور کہنے لگی۔

"خدا تو کہیں بھی مل سکتا ہے۔ وقت زمانے اور جگہ کی قید سے آزاد۔ کبھی تو کسی کو سجدے میں نہیں ملتا، جائے نماز پر نہیں ملتا، اور کبھی کسی کو کسی کی نگاہ میں خدا ملتا ہے۔ خدا تو کسی کے لفظوں میں بھی مل سکتا ہے۔ وہ ملنے پر آئے تو سوچ میں مل سکتا ہے۔ ہاں وہ کسی کی آواز میں مل سکتا ہے۔ کسی کی کسی بات سے مل سکتا ہے۔ ہاں وہ ملنے پہ آئے تو کسی کی آنکھوں میں بھی مل سکتا ہے۔ خدا کسی کی یاد میں بھی مل سکتا ہے، مطلب یہ کہ ملنا تو صرف دل ہوتا ہے۔ وہ عشق کے پہلے سجدے میں بھی مل

سکتا ہے۔ بات تو ساری اِذن کی ہوتی ہے۔ وہ حکم کرے تو تجھے آج مل سکتا ہے۔ وہ صرف تلاش کرنے والوں پر اپنا آپ ظاہر کرتا ہے۔ وہ خود کہتا ہے وہ کسی قوم کی حالت تب تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ چاہے۔ قبولیت کا یقین دل میں ہو تو معجزہ آسمان سے آتا ہے۔ کچھ فیصلے بدل دیے جاتے ہیں آپ کی دعاؤں سے، آپ کی طلب سے۔ ہو سکتا جس چیز کی سمجھ آپ کو آج نہیں آ رہی وہ کچھ دیر تک آ جائے۔ ہو سکتا ہے تم طلب کرو اور وہ "کن" فرما دے۔ پھر آسمان پہ لکھے فیصلے تو دنیا والے نہیں بدل سکتے۔ شاید تیری نجات بھی تیرے پاس آ جائے۔"

یہ سن کر میزا مسکرائی اور کہنے لگی، "کہانیاں چھپانا تو کوئی تم سے سیکھے۔" بات تو یہی سچ ہے کچھ کہانیوں کو بول دینے سے ان کا حسن کم ہوتا ہے۔ کچھ قصے صرف ایک کے لیے اچھے لگتے ہیں۔ کچھ کہانیوں کو انسان خود محشر کے لیے بچا لیتا ہے۔ کچھ باتیں صرف خدا کے ساتھ اچھی لگتی ہیں۔ جیسے تیری بات، تیری یاد دونوں۔ وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔ اس طرح سے پتا چلا کہ خدا کہیں بھی مل سکتا ہے، صرف تلاش کرنے والے کی بات ہوتی ہے۔

وہ جو موسیٰؑ کو کوہِ طور پہ، یوسفؑ کو کنویں میں، ابراہیمؑ کو ملا آگ میں، وہ محمد ﷺ کو غارِ حرا میں ملا، غور کرو تو ان سب کہانیوں میں سب کو آخر خدا ملا۔ تلاش اگر دل سے ہو تو حق مل جاتا ہے۔ ہر شخص کے لیے اللہ کا اِذن الگ ہوتا ہے۔ اللہ کے اِذن پر عمل کرو گے تو وہ تمہیں نجات بھی دے گا۔ اس لیے تو سب کی کہانیاں الگ ہوتی ہیں۔ دیکھو زندگی کے کس مقام پر تمہیں تمہارا اسماعیل مل جائے۔ جیسے ابراہیم کو ملے تھے۔ مگر یاد رہے ابراہیم کو اسماعیل قربان کر کے ہی واپس ملے تھے۔ بس اسماعیل کو اللہ کے لیے قربان کرنے کا حوصلہ ہونا چاہیے، کیونکہ ایک دل میں دو محبتیں ایک جیسی شدت کی نہیں رہ سکتیں۔ محبت صرف اتنی کرو کہ خدا محبوب ہو۔ لوگوں کو اپنا خدا نہ بناؤ۔ وہ لوگوں کی لوگوں پر خدائی برداشت نہیں کرتا۔ وہ شرک برداشت نہیں کرتا۔

اور جو کہانیاں لکھی آسمان پر گئی ہوں وہ آسمان والے تک ہی رہیں تو زیادہ اچھا لگتا ہے۔ آپ پر ہر راز ہر بات صحیح وقت پر کھلتی ہے۔ اور آسمان کے فیصلے پہ زمین والے اُف نہ کریں تو بہتر ہے۔ جس پر شکوہ کر رہے ہو وہ مقام تیرے شکر کا ہے۔ تیرے یقین اور طلب پر اس کا اِذن آ جاتا ہے۔ تم طلب نہ چھوڑنا وہ تمہیں مل جائے گا۔ وہ تیری سوچ کے ایک پل میں تجھے مل سکتا ہے، اور پھر خدا تو کہیں بھی مل سکتا ہے۔ وہ تیری دعا سے تیری شفا تک، تیری تقدیر کے ایک ایک لفظ پر قادر ہے۔ جو چھپاتا ہے تو خود سے وہ تیرے اُس راز سے بھی واقف ہے۔ وہ تیرے دل کے حال سے واقف ہے۔ وہ جو ہے بظاہر آسمان پہ، زمین والوں کی چال سے بھی واقف ہے۔

سـفـرِ كُـنْ

فَـيَـكُـونْ

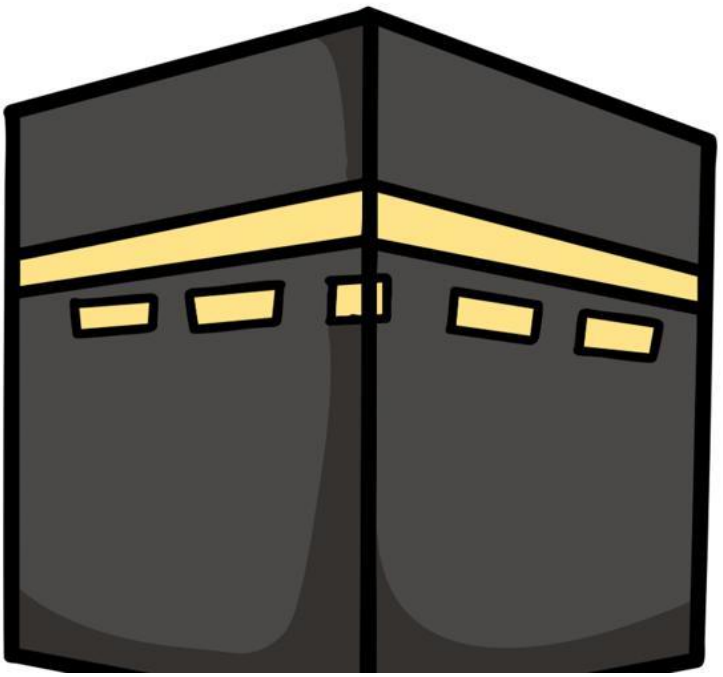

سفرِ کُن فیکون

وہ زم زم سے وضو کر کے صفا مروہ کے درمیان چل رہا تھا۔ ہر وہ شے جو وہ گزر آیا تھا، ہر وہ رشتہ جو وہ ہار آیا تھا، اُس کے ذہن میں چل رہا تھا۔ ہر وہ پل جو اُس نے نافرمانی میں گزارا وہ اُس کی آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ رہا تھا۔

"یا رب میں ایسا کیوں تھا؟" وہ یہ لفظ بار بار دہرا رہا تھا۔

"میں ایمان سلیمان سب ہار آیا ہوں۔ تُو بھی میرا نہ ہوا تو میں کہاں جاؤں گا؟ مجھے تیری راہ بھی نہ ملی تو میں کیا کروں گا؟ میں ایک ہارا ہوا شخص ہوں، میں ایک فیلئر ہوں۔ مجھے تُو بھی نہ ملا تو کیا کروں گا؟"

وہ رب سے رب کی طلب میں تھا۔ وہ ایک ایسے "کُن" کے انتظار میں تھا جو اُس کی زندگی کو روشن کر سکے۔ ایک ایسا کُن جو اُسے زندہ کر سکے۔ ایک ایسا کُن جو اُس کی ندامت کو ختم کر کے اُس کو سانس لینے کی وجہ دے دے۔

وہاں کعبہ کے صحن میں مُسامرہ عشق طواف کرتے کعبہ کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں خشک تھیں، وہ رونا بھول چکی تھی۔ وہ گلہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ رب سے فریاد کر کے بس رونا چاہتی تھی۔ وہ ہیل ہونا چاہتی تھی۔ وہ ایسے نہیں جینا چاہتی تھی۔

وہ دونوں وہاں موجود تھے، مگر یہ بات وہ دونوں نہیں جانتے تھے۔ وہ دونوں اپنے اپنے "کُن" کے انتظار میں خود کو سنبھال رہے تھے۔

مُسامرہ نے حرم سے نکلتے وقت ہینڈ فری لگا لی۔ وہ باہر کی طرف جا رہی تھی۔ ایک چہرہ دیکھ اُس کی نظریں رکیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

دو بچے سامنے بیٹھے "عشقِ ممنوع" دیکھ رہے تھے۔ یہ سال 2012 تھا۔

"ایہان، اہِل! بس کرو آج تو عید ہے۔" ان کی ماما نے آواز لگائی۔ وہ پھر بھی ٹی وی کے آگے سے نہیں ہل رہے تھے۔

"ماما بہلول کا اسٹارٹ دیکھ رہا ہوں، میں اسٹارٹ نہیں دیکھ پایا تھا۔ آج پوری دس ایپی سوڈ لگنی ہیں، میں کہیں نہیں جا رہا۔"

ایہان اُس کے کردار سے کچھ زیادہ ہی انسپائر تھا۔ ایہان بُرا نہ تھا۔ وہ قرآن بہت پیارا پڑھتا تھا، اُس کی آواز میں بہت تاثیر تھی۔ مگر اُس کو بہلول جیسی پرسنالٹی چاہیے تھی۔ اُس جیسا لائف اسٹائل، اُس جیسی گاڑیاں، یہاں تک کہ لڑکیاں اُس کے پیچھے بھی ویسے ہی پاگل ہوں جیسے بہلول کے لیے تھیں۔ وہی چارم، وہی اسٹائل، وہی ہیئر اسٹائل بھی۔

خیر ہیئر اسٹائل ابھی ممکن نہیں تھا کیونکہ اسکول والے ایسی کٹنگ الاؤ نہیں کرتے تھے۔ وہ بچپن کی بے فکری کے دن تھے۔

دسمبر 2012 میں اس کا لاسٹ ایپی سوڈ آیا تھا۔ مُسامرہ کی تو رو رو کر بری حالت تھی۔ وہ لڑکی یہ ڈرامہ دیکھ کر کھل کر رو سکتی تھی اور کوئی کچھ کہنے والا بھی نہیں تھا۔ کیونکہ یہ وہ واحد ڈرامہ تھا جو وہ دیکھ کر روتی تھی، اندر بہت درد سے روتی تھی۔

اُس وقت سب سے بُرا کردار مسز فردوس کو سمجھا جاتا تھا، موسٹ ہیٹڈ کریکٹر آف دیٹ ٹائم۔ مُسامرہ کو لگتا تھا محبت بالکل نہیں ہونی چاہیے، یہ ہوتی ہے تو درد ملتا ہے۔ اور وہ یہ درد اپنے نصیب میں بالکل نہیں چاہتی تھی۔

الگ الگ لوگ، الگ الگ کردار سے، الگ الگ باتیں سیکھتے ہیں۔ ایہان نے بہلول بننا چاہا اور مُسامرہ نے ترکِ محبت کرنا چاہی۔

"مجھے کبھی کسی سے محبت نہ ہو، اور اگر ہو بھی جائے تو مجھے اتنی دیر بعد پتا چلے کہ وقت ہی گزر جائے۔ مجھے درد نہیں چاہیے۔" اُس نے اُسی وقت اللہ سے دعا کی۔

بچے کسی چیز کو کس طرح امپلیمنٹ کرتے ہیں ہم نہیں جانتے... اور اکثر دیسی فیملی میں سب ٹی وی ساتھ ہی دیکھتے ہیں۔ ان دونوں کی زندگی کا عشقِ ممنوع سے بہت گہرا تعلق تھا۔ مُسامرہ کی زندگی میں جب کچھ ٹرایئٹک ہونے والا ہوتا تھا تو اس کی لائف میں عشقِ ممنوع کی انٹری ہو جاتی تھی۔ پوسٹس، پکچرز، ریلز اچانک سے ایسے جیسے سب فیڈ ہی اس کی ہو۔ مگر کچھ دیر بعد نارمل پھر سے نارمل۔ اس کو اپنی زندگی کے حادثوں کا اکثر عشقِ ممنوع سے پتا چلتا تھا۔ اس کو بہتر کا مرر بہت پسند تھا۔ وہ چاہتی تھی وہ بالکل ویسا ہی لے۔

سال 2023، ایہان بالکل ویسا ہی تھا جیسا وہ بننا چاہتا تھا۔ ویپ پینا، سگریٹس، ڈرگز، ہر وہ شے جو اس نے بہلول میں دیکھی تھی وہ آج اس کے پاس تھی۔ اس کے دوستوں نے اس کو ایسا بنا دیا تھا کہ وہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ بظاہر تو سب بالکل ٹھیک تھا مگر سکون نہیں تھا۔ وہ ہر شے ڈئیر میں لے کر کرتا تھا، اور ڈئیر پورا کرنے کو وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس کے چہرے سے حسن ختم ہو چکا تھا۔ وہ بچپن میں بہت پیارا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت نظر آتی تھی مگر وہ چہرے سے کافی معصوم لگتا تھا۔

اس کو کہا جاتا تھا تم اپنے نام کی طرح ہی چاند ہو۔ وہ بالکل چاند کی مانند تھا۔ مگر اب اس میں ویسا کچھ نہ تھا۔ اس کی چاہ نے اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ بچپن کی چیزیں کافی گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں، بچپن کی پسند، بچپن کے دوست اور بچپن کی یادیں۔

مُسامرہ ایہان کی ٹوئن بہن کی دوست تھی۔ ان کا آپس میں کافی اچھا وقت گزرا تھا۔ وہ ایہان لوگوں کے گھر آتی جاتی تھی۔ کہیں نہ کہیں ایہان اس کو پسند بھی کرتا تھا، مگر وہ یہ جانتا تھا کہ وہ لڑکی بہت مختلف ہے۔ وہ عام لڑکیوں کی طرح نہیں۔

ایک دن ایہان کی بہن فاطمہ مُسامرہ کو دعائے شافی کا بتا رہی تھی۔ اس نے وہ پڑھی تھی اور اس نے اس کا مفہوم سنانا شروع کیا۔

"محبت فطری ہے لیکن حد سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ محبت اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے، لیکن جب یہ جذبہ بیماری کی شکل لے لے اور انسان کو اس کے مقصد سے دور لے جائے تو دل اور عزت کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اصل مسئلہ اکثر مقصد کی کمی ہے۔ لوگ جذباتی تکلیف میں اس وقت مبتلا ہوتے ہیں جب ان کی زندگی میں واضح مقصد اور رہنمائی نہ ہو۔ شفا کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے تعلق مضبوط کریں، ایمان کو بڑھائیں اور اپنی زندگی کے مقصد پر توجہ دیں بجائے اس کے کہ صرف کسی دنیاوی تعلق پر انحصار کریں۔ شفا اللہ سے تعلق مضبوط کر کے حاصل ہوتی ہے۔ کتاب میں زور دیا گیا ہے کہ دل کے زخم، دل شکستگی یا محبت کے دکھ کا حل دعا، صبر اور روحانی توجہ میں ہے۔ جادو یا دنیاوی چیزوں پر انحصار کرنے کی بجائے دل کو اللہ کی طرف موڑنا سب سے مؤثر علاج ہے۔ روحانی علاج دل اور جان کی تکلیف دور کرتا ہے۔ اسلام میں شفا صرف جسمانی نہیں بلکہ روحانی بھی ہے۔ قرآن اور سنت کے ذریعے دل اور روح کی تکلیف دور کی جا سکتی ہے۔ دل کا سکون اس

وقت حاصل ہوتا ہے جب ہم ایمان مضبوط کریں، نماز اور ذکر کریں اور یہ قبول کریں کہ ہر مشکل اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔" وہ بولی۔

ایہان کمرے میں اپنے موبائل کا چارجر لینے آیا تھا اور وہ کھڑا ہو کر ان کی باتیں سن کر زور زور سے ہنسنے لگ گیا۔

"بھلا ایسا بھی ہوتا ہے؟ تم دونوں کیسی باتیں کرتی ہو۔"

"ایہان ایسا نہیں ہے، محبت ہوتی ہے۔" مُسامرہ بولی۔

ایہان اس کے منہ سے اپنا نام سن کر حیران رہ گیا، مگر اس نے جلدی سے جواب دیا، "تمہیں ہوئی محبت؟"

"نہیں۔ مجھے پتا نہیں۔" وہ بولی۔

"کیا مطلب پتا نہیں؟"

"ہاں تو بس پھر نہیں ہوتی، بس ٹائم پاس ہوتا ہے۔ اور جہاں زیادہ اچھا پاس ہو جائے بس وہاں تھوڑا زیادہ ٹائم دے دیتے۔"

"جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ تم تو بچپن سے اس بہلول سے انسپائر تھے۔ اس جیسا بننا ہے اور بن بھی گئے۔" فاطمہ نے ایہان کو چارجر مارا اور کہا۔

مُسامرہ کے منہ پر بہلول سن کر مسکراہٹ آئی۔ یہ ان دونوں نے نوٹ کیا۔ کبھی کبھی ہم نہ چاہتے ہوئے بھی ٹاکسک ٹریٹ کو پسند کر بیٹھتے ہیں۔ اس وقت کے لیے وہ کول لگتے ہیں۔

"ارے ہاں، مجھے یاد آیا تم تو ڈائی ہارٹ فین تھے۔" فاطمہ نے بولا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ اب کب دیکھا عشقِ ممنوع؟

"اب تو نہیں دیکھا تھا۔" اُس نے جواب دیا۔

"اب کی بار ایک ہی گو میں دیکھنا تاکہ اسٹوری صحیح سے سمجھ آئے۔ اب تک اسٹوری سمجھ نہیں آئی۔" باہر بیل کی آواز آئی، ایہان کا دوست ایراج آیا تھا۔

"میں آ رہا ہوں۔" ایہان نے آواز لگائی۔

"نہیں، میں نے اندر آنا ہے۔"

"آ جا۔" پھر وہ بولا۔ اوپر ٹیرس پہ جاتے ہوئے ایراج کی نظر فاطمہ اور مُسامرہ پہ پڑی۔

"یہ لڑکی۔ اس کا کوئی سین ہے؟" ٹیرس پہ بیٹھ کے اُس نے ایہان سے کہا۔

"نہیں، وہ ایسی نہیں ہے۔ آگے سے یہ بات نہ کرنا۔" اُس نے کہا۔

"کیا مطلب بات نہ کرنا؟ چل بیٹا، میں تجھے ڈیئر دیتا ہوں۔ یہ لڑکی سیٹ کر کے دکھا، تجھے تو کوئی لڑکی نہ نہیں کرتی نا، تو بس پھر اس کی ہاں کروا کے دکھا۔"

"وہ میری بہن کی دوست ہے!" اُس نے غصے سے جواب دیا۔

"دوست ہے تو کیا ہو گیا؟" اُس نے سارے گروپ کو کال پہ لیا اور ڈیئر کا اعلان کیا۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا مگر پھت پریشر کی وجہ سے اُس کو ڈیئر ایکسپٹ کرنا پڑا۔

اگلے دن جب مُسامرہ ان کی طرف آئی، اُس نے اپنا موبائل ٹیبل پہ رکھ۔ اور وہ اندر کمرے میں فاطمہ کے پاس چلی گئی۔ ایہان نے اُس کا موبائل پکڑا۔ وال پیپر دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا اور موبائل رکھ دیا۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

"اس کا کام تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے 'ہو جا' اور وہ ہو جاتی ہے۔"

سورۃ یٰسین — آیت: 82

یہ پڑھ کر وہ پیچھے کا پیچھے ہو گیا۔ اُس کے دل نے اُس کو اس آیت پہ سوچنے پر مجبور کیا۔ فاطمہ اور مُسامرہ باہر آئیں تو وہ **کُن فیَکُون** پہ بات کر رہی تھیں۔

"میں نے آج ہی وال پیپر چینج کیا ہے اور یہ لگایا۔" مُسامرہ بولی۔ وہ خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب کُن فیَکُون؟ کیسی بات ہے؟ وہ بس ارادہ کرتا ہے اور سب ہو جاتا ہے، اگر انسان بھی بس سوچتا اور اس کی ہر سوچ سچ ہو جاتی تو کیا ہوتا؟ وہ جس کو چاہے ہدایت دے دے، وہ جس کو چاہے خیر دے دے۔ ہماری دل کی سب سے بڑی مراد بھی ایک کُن کی طلب میں ہے۔ صرف ایک کُن اور حیات کا سارا زاویہ ہی بدل جاتا ہے۔ ایک کُن کی بات ہوتی ہے اور دن رات میں بدل جاتا ہے۔ شر نیکی میں بدل جاتا ہے۔ گناہ ثواب میں بدل جاتا ہے۔ ہر شے بدل جاتی ہے، جب انسان کا دل بدل جاتا ہے۔"

ایہان پہ یہ باتیں اثر کر رہی تھیں، اتنے میں اُس کو پھر ایراج کی کال آئی۔

"میں بعد میں بات کرتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اچھا تو میرا بھائی مشن پہ ہے۔ چل کر کر۔"

"آج تمہیں میں گھر چھوڑ آتا ہوں۔" ایہان نے مُسامرہ سے کہا۔ فاطمہ اُس کو حیرت سے دیکھنے لگی۔

"نہیں نہیں، ایہان میں جیسی جاتی ہوں ویسے ہی چلی جاؤں گی۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے، مجھے ویسے بھی واک پسند ہے۔"

"نہیں، آج رات زیادہ ہو گئی ہے چلی جاؤ ایہان کے ساتھ۔" فاطمہ بولی۔

اُس نے باہر جا کر کار اسٹارٹ کی۔ وہ کار میں آ بیٹھی۔ ایہان نے اُس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں کر پایا۔ اُس کو راستے سے جاتے دیکھ ایراج کو لگا کہ وہ مان چکی ہے۔ وہ ہنستے ہنستے آیا اور کار کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

ایہان نے اُس کو رکنے کی کوشش کی مگر وہ تھا کہ بولتا چلا گیا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ سب لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ مان گیا تجھے بھائی۔" مُسامرہ اُس کو حیران ہو کر دیکھ رہی تھی۔

"ڈیئر کمپلیٹ ہو گیا۔ لے اپنے پیسے لے۔" مُسامرہ سمجھنا چاہ رہی تھی کہ ہو کیا رہا ہے؟ وہ چاہ رہی تھی کہ وہ اپنے کانوں پر یقین نہ کرے۔

اُس نے آنسو سے بھری نظروں سے ایہان کی طرف دیکھا اور گاڑی سے نکل کر چلی گئی۔

وہ گھر آ کر بہت دیر روتی رہی۔ یہ وہ آخری آنسو تھے جو وہ بہا رہی تھی۔

کبھی نہ کبھی نہ چاہتے ہوئے بھی ہمارا دل بہت سے خواب چُن لیتا ہے۔ ہم جو خواب نہیں دیکھنا چاہتے وہ بھی۔

اس کے رونے کی بہت سی وجوہات تھیں مگر وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ اُس کو ہمیشہ سے لگتا تھا کہ ایمان برا نہیں، وہ بدل جائے گا۔ ایمان کی بھی بہلول کی طرح کوئی اسٹوری ہو گی۔ جیسے بہلول شروع سے ایسا نہ تھا، وہ صدف کی وجہ سے بدلا تھا۔ اُس کے چھوڑ جانے پر وہ پلے بوائے بنا تھا۔

مگر نہیں، کبھی کبھی ہمارا کلچر، ہمارا فرینڈ سرکل اور ہماری پسند ہمیں وہ بنا دیتی جو ہم ہوتے ہیں۔ ہر شخص کے پیچھے کوئی محبت کی کہانی نہیں ہوتی، کچھ لوگ اپنی راہ خود پسند کرتے ہیں۔ ایمان نے اپنی ہر راہ خود پسند کی تھی۔

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ

"اچھے دوست اور برے دوست کی مثال مشک (اِتر) بیچنے والے اور لوہار کی طرح ہے۔ اتر بیچنے والا یا تو تمہیں خوشبو دے دے گا، یا تم اس سے خریدو گے، یا کم از کم اس کی خوشبو محسوس کرو گے۔ اور لوہار یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو محسوس کرو گے۔" یہ حدیث صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہوئی ہے۔

آپ کی کمپنی بتاتی ہے کہ کل کو آپ کیا بن سکتے ہو۔ آپ کی دنیا و آخرت کی خیر اچھے دوست کے ہونے سے ہے۔

مُسامرہ فاطمہ کے گھر اس لیے زیادہ جا رہی تھی کیونکہ وہ یہاں سے دوسرے شہر جانے والے تھے۔، انکل کا ٹرانسفر ہوا تھا، اِس لیے ان کے پاس یہی کچھ دن تھے۔ وہ فاطمہ کو بغیر کچھ کہے، بغیر کچھ بتائے اُس کی زندگی سے غائب ہو گئی، اور کوئی رابطہ بھی نہ رکھا۔

فاطمہ نے بہت بار اُس کو اپروچ کرنے کی کوشش کی مگر وہ لوگ موو کر چکے تھے۔ فاطمہ نے ایہان سے بہت سوال کیے مگر وہ کچھ نہ بولا۔

اہِل کو باہر سے ساری بات پتہ چلی اور اُس نے فاطمہ کو بتایا۔ فاطمہ غصے میں ایہان کے پاس گئی اور بولی۔

"مجھے ہمیشہ سے لگتا تھا تم بدل جاؤ گے، تمہاری کمپنی خراب ہے، مگر نہیں، تم نہیں بدل سکتے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ تم میرے بھائی ہو۔ کل کو کوئی تمہاری بہن پر بھی شرط لگائے تو تمہیں کیسا لگے گا؟ تم آج اپنی ساری عزت گوا چکے ہو۔"

اُس دن کے بعد فاطمہ نے اُس سے بات کرنا بند کر دیا۔ اہِل اور اُس کی ویسے ہی نہیں بنتی تھے۔ دوست، کچھ اُس نے چھوڑ دیے، کچھ نے اُس کو چھوڑ دیا۔ وہ بہت خاموش رہتا تھا۔ دل میں پچھتاوا تھا۔ اُس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔

وہ بچپن میں قرآن بہت پیارا پڑھتا تھا۔ اُس نے سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔ اُس کی آواز سن کر گھر کے سب لوگ حیران تھے۔

وہ جب آیت 82 پہ آیا تو وہاں ہی رک گیا۔ اُس کے آنسو بہنے لگے۔ یہ وہی آیت تھی جس نے ایک دن میں سب بدل دیا تھا۔ وہی آیت جو مُسامرہ کے موبائل پہ تھی۔ وہ خود کو روک نہ سکا اور بولا۔

"اللہ میں ایسا تو نہ تھا۔ میری سوچ، میرے دوست، میرا نفس مجھے کھا گیا۔ میں کہاں گیا؟ اللہ میں برا تو نہ تھا۔ مجھ میں وہ سب گناہ آ گئے جن کو میں نے کبھی گناہ سمجھا ہی نہیں۔ ویپ، سگریٹس، ڈرگز، میوزک،

یہ سب۔ یہ سب گناہ تھے، لڑکیوں کا دل توڑنا، ڈیئر لینا اور شرط لگا کر اُس کو پورا کرنا۔ میں نے اپنا آپ کھو دیا، سب کھو دیا۔ میں نے ہر شے کا صرف ظاہر دیکھا۔" وہ رو رہا تھا۔

مُسامرہ کی بچپن میں ایک بری عادت تھی۔ وہ نماز پڑھتی تھی مگر بہت دن چھوڑ کر۔ اور جب چھوڑ کر پڑھتی تھی تو وہ اُسے دل سے پڑھتی تھی، رو کر پڑھتی تھی۔ صرف وہ فیلنگ لینے کے لیے کہ وہ خود کو اللہ کے قریب محسوس کرے اور رو کر پڑھ سکے، وہ ایسے کرتی تھی۔ وقت گزرتے اُس کو سمجھ آیا کہ وہ ایسا کر کے کتنی خیر گوا رہی ہے،۔

واسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ

"اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو۔"

جب دنیا بڑی ہو جائے تو نماز پڑھو، سجدہ کرو۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو کامل ہے۔

مُسامرہ کی زندگی میں ایک بار پھر عشقِ ممنوع کی واپسی ہو چکی تھی۔ وہ جانتی تھی کچھ ہونے والا ہے مگر کیا؟ اُسے علم نہیں تھا۔ اُس نے سوچا کہ وہ ایک بار پھر عشقِ ممنوع پورا دیکھے گی۔ اُس نے پانچ دن میں ایک ایک گھنٹہ سو کر سارا عشقِ ممنوع ختم کیا۔ اُس وقت اُسے سمجھ آیا جن کے رونے پر وہ روتی تھی وہ کتنے غلط تھے۔ بڑے گناہ کی سزا بڑی ہوتی ہے۔

اُسے سمجھ آیا کہ غلط سمجھا گیا کردار کہیں نہ کہیں مسز فردوس کا تھا، اُس نے شروع سے سب کو خبردار کیا تھا۔ ہاں بے شک اُن کا مطلب بیچ میں تھا مگر وہ درست تھیں۔ زندگی کے فیصلے جذبات میں آ کر نہیں کرنے چاہئیں، یا کسی سے بدلہ لینے کے لیے اپنی زندگی قربان نہیں کرنی چاہیے۔ کبھی کبھی ہم ضد میں وہ کر دیتے جو ہم اصل میں کبھی نہ کریں۔

آج اُس کے پاس وہی آئینہ تھا جو بہتر کے پاس تھا، وہ اُس میں خود کو روز دیکھتی تھی مگر اُسے وہ خاص نہیں لگتا تھا۔ ہر کشش ختم ہو جاتی ہے۔ کچھ کہانیاں جب سمجھ آ جائیں تو آپ کی زندگی میں اُن کا مطلب بدل جاتا ہے۔

کہیں نہ کہیں اُس کے دل میں ایمان کو لے کر کچھ توقعات تھیں، اُسے لگتا تھا کہ اُس نے اُسے تکلیف دی ہے، مگر حقیقت تو یہ تھی کہ اُس کی نہ سمجھی گئی دعا پر "کن فیکون" کہہ دیا گیا تھا۔ وقت گزر چکا تھا اور اب کہیں نہ کہیں اُس کو سمجھ آ گیا کہ یہ صرف توقعات نہیں تھیں، محبت بھی تھی جس نے اُس کو تکلیف دی تھی۔

کہیں نہ کہیں جو درد وہ اپنے لیے نہیں چاہتی تھی، وہ اُس کو مل چکا تھا۔ وہ درد شاید محبت کے درد سے کئی زیادہ بڑا تھا۔ نہ پتا ہونے کا درد، وقت گزر جانے کا درد، صحیح وقت پر محبت کا احساس نہ ہونے کا درد۔ یہ درد بہت بڑا تھا مگر اُس کو اِس کے ساتھ جینا تھا۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے اُس نے عمرہ پر جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ آنسو جو رک چکے تھے، جن کے لیے وہ دعا کر رہی تھی، وہ چہرہ دیکھ کر جاری ہو گئے۔ اُس نے راجھی بینک کے پاس ایک عرصے بعد ایمان کو دیکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایمان کے آنسو رک چکے تھے اور مُسامرہ کے جاری تھے۔ اُن دونوں کو اُن کی مراد وہاں ہی مل چکی تھی۔

ایک کو صبر ملا اور ایک رو سکتی تھی۔ ہاں اللہ نے "کن" کہہ دیا تھا۔ اُن دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں اور اپنے اپنے راستے چل دیے۔ وہ دونوں بات تو کرنا چاہتے تھے مگر کیا کرتے۔ ایمان ہر چیز ترک کر کے قرآن کا استاد بن گیا تھا۔ وہ بچوں کو قرآن پڑھاتا تھا۔ اور مُسامرہ حفظ کر رہی تھی۔

ہر کہانی محبت کی کہانی نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ صرف وجہ ہوتے ہیں آپ کی بھلائی کے لیے۔ وہ آپ کے لیے نہیں ہوتے۔ دعائیں سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے۔ مثالی بھی سوچ کر بننا چاہیے، اور دوست بھی۔

"تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہیں۔"

قرآن، سورۃ الاحزاب (33:21)

خواب یا منزلِ خیـــــر

خواب یا منزلِ خیر

ایک سوال نے کیا در بدر۔ ایک سوال کا ہم نے طواف کیا۔

وہ ملا بھی تو در بدر۔ مجھے اُس کے در سے کیا ملا؟

تو ملا تھا تو خدا ملا۔

تو اب بتا مجھے کیا ملا۔از منیبہ شہباز

قیامُ اللیل کے بعد اُن دونوں نے دعا کرنا شروع کی۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا اور پچیسویں شب تھی۔ وہ دونوں اللہ سے اپنے اپنے شکوے کر رہے تھے۔ اُن کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ مقامِ شکوہ مقامِ شکر بننے والا ہے۔ ایک طرف نہیل عفیق اور دوسری طرف محیبہ شاز۔ وہ دونوں رب کے فیصلے کو سمجھ نہیں پائے تھے۔ ایک صدی ایک شخص کو مانگتے رہنا اور پھر بھی اُس شخص کا مل نہ پانا جو اذیت دیتا ہے شاید اُس کو محسوس کرنا بھی ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔ اُس وقت انسان جن جذبات میں ہوتا ہے، کئی بار اُس سے نکلنے میں بھی صدی لگ سکتی۔ وہ دونوں اس درد سے واقف تھے کہ دس سال اُن دونوں نے اللہ سے ایک دوسرے کو اس یقین پر مانگا تھا کہ ایک دن معجزہ ہوگا، اور وہ دونوں ایک دوسرے کے محرم بن جائیں گے۔ بھلا محبت ایسی بھی ہوتی ہے کیا؟ آپ بن بتائے ایک دوسرے کے اسیر بن کر ایک دوسرے کو مانگنے لگ جاؤ۔ جہاں دل لگ جائے نا وہاں خاموش محبتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ وہ دونوں یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ دونوں آج رب سے ایک ہی بارے میں ایک ہی وقت پر بات کر رہے ہیں۔ جیسے ایک ہی وقت میں، ایک ہی رات اُن دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ مانگا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے

ایک طرف نہیل جائے نماز پہ بیٹھے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا اور دوسری طرف اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس جائے نماز ڈالے محیبہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک ہی وقت میں وہ دونوں سوال کر رہے تھے۔

"مجھے میری محبت مل کیوں نہیں جاتی؟ یا رب میں بہت درد میں ہوں مجھے تیری مصلحت سمجھ کیوں نہیں آتی۔ میرے دل کو سکون دے اور مجھے اپنی مصلحت سمجھا دے۔ میرا دل وہ سکون پا لے کہ جو مجھے شکر گزار بنا دے۔" یہ بولتے اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر جائے نماز پہ گر رہے تھے۔

درد جیسا بھی ہو تب تک سمجھ نہیں آتا جب تک آپ خود اُس سے نہ گزر جاؤ یا کوئی آپ کا قریبی اُس میں مبتلا نہ ہو۔ فجر کی اذان شروع ہو گئی۔ اُن دونوں نے نمازِ فجر پڑھی پھر سلام پھیر کر سجدہ کیا اور جائے نماز اُٹھا دیے۔ نہیل نے فون پہ قرآن ایپ کھول کر سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی، اور محیبہ دوسری طرف موبائل پہ جز عمّہ لگا کر سننے لگ گئی۔ نہیل سورۃ یٰسین پڑھ کر سو گیا اور محیبہ کی آنکھ لگ گئی اور موبائل پہ قرآن لگا رہ گیا۔ وہ دونوں سو گئے۔

ایک طرف روشنی تھی اور دوسری طرف اندھیرا اُس کے درمیان میں کھڑا ہوا تھا نہیل۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں نہیل محیبہ کو پہلی دفعہ ملا تھا۔ اُس نے اُس کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ آگے جاتا جا رہا تھا۔ ایسے جیسے وہ تو وہاں موجود ہر چیز دیکھ سکتی تھی مگر نہیل اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اپنے آپ کو بھی وہاں دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔

"میں نے کتنی بار کہا ہے اپنی اُس دوست سے بات مت کیا کرو۔ تم کیوں اُس سے بار بار بات کرتے ہو سمجھ نہیں آتی۔" محیبہ اس سے کہہ رہی تھی اور وہ بالکل بے پرواہ تھا۔ ایسے جیسے خیر اور شر کی پہچان بھول گئی ہو۔ محیبہ بار بار اُس کو کہہ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں ایسا نہیں سمجھا تھا۔ تم ایسے نہ تھے، تم کیسے اتنا بدل گئے؟ تمہیں میری پرواہ تھی، میرے لفظ تمہارے لیے فیصلہ ہوتے تھے۔ تم وہی ہو نا جس نے مجھے رو رو کر مانگا تھا آج جب میں تمہاری ہوں تمہارے ساتھ ہوں تو میں تمہارے لیے کچھ اہمیت نہیں رکھ رہی۔ اللہ سے ڈرو یہ لوگ سب مطلب کے ہیں آج تمہیں کچھ ہو جائے تو وہ تمہیں پوچھنے بھی نہیں آئیں گے۔ یہ ریسنگ، یہ شوق اور وہ تمہاری سو کالڈ دوست، سب تمہیں برباد کر دیں گے۔ اور اگر تم اب بھی نہ سمجھے تو تم جو مرضی کر لو میں تمہیں کچھ نہیں کہا کروں گی۔ اور میں یہ کہیں نا کہیں جانتی ہوں تم میں اور اُس لڑکی میں کیا چل رہا ہے۔" وہ جانتی تھی وہ محبت جو اُس نے رو رو کر مانگی وہ بے وفا ہو چکی ہے۔ وہ شخص جو اُس کا مان تھا وہ مان توڑ چکا ہے۔ مرد جب بے وفا بنتا ہے تو سب سے زیادہ غلط الفاظ استعمال کرتا ہے اور پھر غصہ کرتا ہے۔ اُس کی بے وفائی سب سے پہلے اُس کے الفاظ میں پھر اُس کی ذات میں نظر آتی ہے۔ وہ یہ سب دیکھ رہی تھی وہ اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

دوسری طرف نہیل خود کو بیڈ پر پڑا دیکھ رہا تھا اور محیبہ اُس کے پاس خاموشی سے کام کر رہی تھی۔ وہ ایسے خاموش ہوتی جیسے کوئی بت ہو۔ نہیل اپنے آپ کو اُس پہ بوجھ سمجھ رہا تھا۔ اُس کا ایک ریس کے دوران ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اب کبھی چل نہیں سکتا تھا ۔ اُس کی دونوں ٹانگیں ضائع ہو چکی تھیں۔ وہ محیبہ کو بہت بلاتا تھا مگر وہ اُس کو کبھی جواب نہیں دیتی تھی۔ وہ ہمیشہ اُس کا کام کر دیتی تھی۔ وہ بہت روتا تھا اور کہتا تھا۔

"مجھے معاف کر دو کبھی تو جواب دے دیا کرو۔ میں کہتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی میں تمہاری مان لیتا تو آج ایسا نہ ہوتا۔ میں تو تمہاری محبت تھا وہ محبت جس کو تم نے رو رو کر حاصل کیا۔ تمہیں اُس محبت کا واسطہ مجھ سے بات کیا کرو۔ یہ خاموشی مجھے مار دے گی۔" وہ ایک بت بن اُس کو دیکھے جا رہی تھی۔ اتنے میں ایک آواز آئی۔

"کیا تمہیں یہ سب قبول ہے۔" یہ آواز صرف نہیل کو نہیں محیبہ کو بھی سنائی دی۔

"نہیں، یہ نہیں چاہیے۔" وہ دونوں یہ سب دیکھ کر ایک ساتھ بولے۔

"یہ وہ شے ہے جو تم دونوں مانگ رہے ہو اپنے لیے۔" اُن دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

جب وہ دونوں نیند سے اٹھے تو دونوں رو رہے تھے۔ وہ دونوں ایک ہی وقت پہ خواب دیکھ رہے تھے۔ یہ ایک چھوٹی جھلک بھی نہ تھی اُس مصلحت کی جو وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ اُن دونوں نے فوراً سجدہ کیا اور وہ رونے لگے اب کی بار وہ رب کی کریمی پر رو رہے تھے۔ اگر جس کو خیر سمجھ کر وہ اتنی دیر سے مانگ رہے تھے وہ خیر اُن کو مل جاتی تو کیا ہوتا؟ نہیل محیبہ کے خواب کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور محیبہ نہیل کے خواب کو نہیں جانتی تھی۔ اُن دونوں کو اُن کا جواب، اُن کا معجزہ مل چکا تھا۔ ہر بار مل جانا ہی معجزہ نہیں ہوتا، کبھی کبھی نہ ملنا ہی معجزہ ہوتا ہے۔

بات سچ ہے کہ اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کُن فرماتا ہے اور وہ ہو جاتی۔ مگر اللہ ہماری خیر ہم سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔

یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ اسے عام طور پر حضرت عمر بن خطابؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

لو خُيِّرتُ بين أن تُستجاب دعوتي أو يُختار لي، لاخترتُ أن يُختار لي؛ لأنّي لا أدري أين الخير، والله أعلم.

"اگر مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میری دعا قبول ہو جائے یا اللہ میرے لیے خود فیصلہ کرے، تو میں اللہ کے فیصلے کو پسند کروں گا، کیونکہ مجھے نہیں معلوم کہ بھلائی کس میں ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔"

مسند احمد اور جامع ترمذی میں روایت ہے:

"کوئی بھی مسلمان اللہ سے ایسی دعا نہیں کرتا جس میں کوئی گناہ یا رشتہ داری توڑنے کی بات نہ ہو، مگر اللہ اسے تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے:

- یا تو اس کی دعا فوراً قبول کر لیتا ہے،
- یا اسے آخرت کے لیے ذخیرہ کر دیتا ہے،
- یا اس سے اس کے برابر کوئی برائی دور کر دیتا ہے۔"

جب صحابہؓ نے یہ سنا تو انہوں نے عرض کیا:

"پھر ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللہ اس سے بھی زیادہ عطا کرنے والا ہے۔"

اگر ہمارا رب ہم پر وہ واضح کر دے جو علمِ غیب میں ہے تو شاید ہمارے دل اُس کے فضل کو دیکھ کر پھٹ جائیں۔ اگر ہمیں ہمارا مستقبل دکھا دیا جائے اور پھر پوچھا جائے کہ کیا اب بھی اس دعا کے قبول نہ ہونے پہ رو گے تو ہم اُس دعا کے قبول نہ ہونے پہ شکر گزار ہو جائیں۔ اللہ کے فیصلے بغیر اُس کی مصلحت کے مان لینا مشکل ہے مگر یہی اصل ہے ایمان کا۔

جس طرح نہیل اور محیبہ اس بات پہ شکر ادا کر رہے تھے کہ یہ ایک خواب تھا اور ہمیں ایک دوسرے کو نہیں دیا گیا، اگر ہمیں بھی مستقبل دکھا کر پوچھا جائے کہ کیا یہی چاہیے تو ہم کہیں گے نہیں یا رب وہ چاہیے جو تو جانتا ہے بہتر ہے۔ جو تیری چاہ ہے وہی میری چاہ۔ شاید ہم اُس رب کی چاہ کے علاوہ کسی چاہ

کو قبول ہی نہ کریں گے۔ ہماری پسند اللہ کی پسند کے آگے خاک ہے۔ وہ اتنا کریم ہے کہ ہماری دعا بھی ہماری ہی بہتری کے لیے رد کرتا ہے۔ یہ نہیل اور محیبہ کے لیے صرف ایک خواب نہ تھا ایک منزلِ خیر تھی جو اُن کو مل گئی تھی۔ جب بھی دل ضد کرے تو اُس ضد کو سمجھاؤ کہ اللہ کی چاہ ہماری چاہ سے بہتر ہے اور ایک دن وہ اپنی مصلحت آپ پہ بہتر وقت پہ ظاہر کرے گا۔ ضروری نہیں کسی خواب ہی کی صورت میں، ہو سکتا ہے آپ کو کوئی بات پتا چل جائے، ہو سکتا ہے آپ کو کچھ ویسے ہی سمجھ آ جائے۔ کسی کے الفاظ، کوئی پوسٹ یا اُس شخص کی حقیقت۔ کبھی کبھی ایک معصوم شخص کو بچانے کے لیے اللہ کئی بھیڑیوں کی قربانی دے دیتا ہے۔ آپ نہیں جانتے کون اللہ کے کتنا قریب ہے۔ ہمیشہ دعا کی قبولیت ہی اُس کا پیار نہیں ہوتی، کبھی کبھی اُس کا دعا کو رد کر دینا آپ سے زیادہ محبت کرنے کی دلیل ہے۔

وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ:

"اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم سمجھ جاتے کہ اللہ کا انتخاب ہی ہمارے لیے سب سے بہتر ہے۔

وہ انتظارِ یعقوب نہ تھا۔ مصلحتِ خدا تھی۔

وہ دیدارِ یوسف نہ تھا۔ رب کی حب تھی۔

وہ عروجِ خدیجہ نہ تھا۔ رب کے انتخاب کی بہترین مثال تھی۔

تیری یاد سے غافل میں کیسے ہوتی۔ تو میرے حق کی دعا تھی۔

تو میرا تھا ازل سے لکھا ہوا میرے حق میں۔

تو آسمان پر تھا میرا اور زمین پر تیری ہی بات تھی۔

میری زندگی لکھی تیرے ساتھ تھی..

از منیبہ شہباز

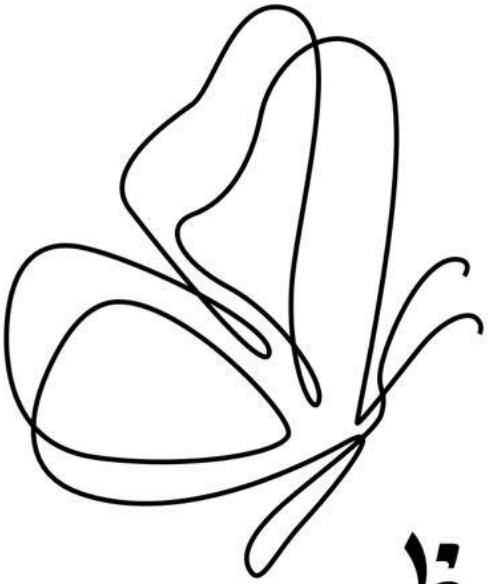

دیدِ نظر

دیدِ نظر

چاند اور ستارے ویسے ہی ہیں، فلک پر سارے ویسے ہی ہیں۔

فرق آیا ہے تو بندگی میں، یہ انسان سارے ویسے ہی ہیں۔

عرش کے نظارے ویسے ہی ہیں، اُس کی رحمت کے سہارے ویسے ہی ہیں۔

ہم نے بدل لیے رخ اپنے، ورنہ محبت کے سجدے ویسے ہی ہیں۔

از منیبہ شہباز

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

ترجمہ:

"اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی مگر اس کے لیے شفا بھی نازل فرمائی ہے۔"

صحیح بخاری: حدیث نمبر: 5678

یہ الفاظ وہ ماں اپنے بیٹے کو سنا رہی تھی جو بیڈ پر لیٹا رو رہا تھا۔ اس کا درد دیکھتے دیکھتے اس کی ماں کو بہت وقت ہو چکا تھا۔ انہوں نے تسلی کے لیے پھر اس کو قرآن کی ایک آیت سنائی۔

سورۃ بنی اسرائیل (الإسراء) آیت 82:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: "اور ہم قرآن میں وہ کچھ نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔"

آنٹی نے اپنی زندگی کا ایک خاص حصہ عمان میں گزارا تھا، مگر اب وہ اپنے ملک پاکستان آئی ہوئی تھیں۔ زندگی میں اکثر انسان کو وہ کہانیاں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں جن کا کوئی نہ کوئی حصہ اس کی اپنی زندگی میں یا اس سے جڑے کسی شخص کی زندگی میں ہونے والا ہوتا ہے۔ کوئی بھی لمحہ اتفاق نہیں ہوتا۔ ایک ایک نظر، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ لکھا گیا ہوتا ہے۔ جیسے مجھے آج اس وقت یہی کہانی لکھنی تھی۔ نہ میں اسے اس سے پہلے لکھ سکتی تھی نہ بعد میں۔ یہ اسی مقرر وقت کے لیے ہے اور جس وقت آپ یہ پڑھ رہے ہیں یہ بھی کوئی اتفاق نہیں ہے۔ یہ بھی لکھا ہوا ہے اسی لمحے کے لیے۔ میں اتفاق پر یقین نہیں رکھتی۔

آنٹی اپنے بیٹے نافع کو سمجھا رہی تھیں۔ ان کے پاس بیٹھی لینا رو رہی تھی۔

"ماما یہاں سب بھائی کے پاس کیوں نہیں آتے یا بھائی سے دور کیوں ہوتے ہیں؟ یا سب ایسے کیوں کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتا، اس کے پاس جاؤ گے تو ایسے ہی ہو جاؤ گے؟"

وہ معصومیت سے اپنے بھائی کے سامنے ایسے بول رہی تھی۔ اس کی ماں نے اسے کہا۔

"ایسا کچھ نہیں۔ یہاں کے لوگوں کی سوچ مختلف ہے۔ اگر ہم عمان میں ہوتے یا کسی بھی گلف کنٹری میں تو وہاں یہ سب نہیں سوچا جاتا۔ بلکہ زیادہ تر ممالک میں نہیں سوچا جاتا۔ پاکستان، انڈیا یا بنگلہ دیش میں سوچ کچھ اس طرح کی ہے، مگر یہاں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو ایسا نہیں سوچتے۔ تمہارا بھائی بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ایک دن کفار نے نبی ﷺ پر جادو کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ چاہتے تھے کہ نبی ﷺ کی یادداشت کمزور ہو جائے اور دعاؤں میں مشکل آئے۔

انہوں نے ایک چھوٹے سے جادوئی دھاگے اور بال کے ذریعے یہ جادو بنایا اور کسی سوراخ یا چھپی ہوئی جگہ میں چھپا دیا۔ جیسے ہی یہ جادو ہوا، نبی ﷺ کو محسوس ہونے لگا کہ کچھ صحیح طرح یاد نہیں آ رہا اور دل تھوڑا پریشان ہو رہا ہے۔ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جادو ہوا ہے، لیکن تمہاری حفاظت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

نبی ﷺ نے فوراً سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھی اور ان کا دم اپنے جسم اور دل پر کیا۔ اللہ کی مدد اور قرآن کے کلام سے، جادو کی وہ چھپی ہوئی چیز نکلی اور زمین پر گر گئی۔ جیسے ہی وہ جادو کا دھاگہ اور بال گر گیا، نبی ﷺ کا دل اور دماغ دوبارہ مکمل طور پر صحت مند اور تیز ہو گیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

"لا بأس بالرُقیۃ ما لم تکن شرکًا"

"رقیہ میں کوئی حرج نہیں مادامی کہ اس میں شرک نہ ہو۔"

نبی ﷺ نے خود بھی رقیہ قرآن اور دعاؤں کے ذریعے کروائی۔

اس سب کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ یہ جو سب یہاں کہتے ہیں نا کہ یہ پیر ٹھیک کر دے گا، ایسا ہو جائے گا ویسا ہو جائے گا۔ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ اور ٪ 90 لوگ یہاں جھوٹے ہیں۔ وہ صرف پیسہ کھانا جانتے ہیں اور انہوں نے مؤکل جن رکھے ہوتے ہیں جو اکثر آپ کا حالتِ زندگی آپ کے ہمزاد جن کے ذریعے معلوم کر کے آپ کو بیان کر دیتے ہیں۔ اور آپ کو یوں لگتا ہے کہ یہ تو سب جانتے ہیں، سارا ماضی، سارا حال تو یہ مستقبل کا بھی جانتے ہی ہوں گے۔ مگر جن زیادہ تر جھوٹ بولتے ہیں اور ان کو

غیب کا علم نہیں ہوتا۔ یہ بس اندازے لگا سکتے ہیں اور جو ان پر یقین کر لیتا ہے وہ ساری زندگی پیر کے ڈر کا ہو جاتا ہے۔

البتہ کچھ بزرگ نیک بھی ہوتے ہیں، کچھ پیر سچے بھی ہوتے ہیں۔ وہ سچ میں یہاں بھی قرآن کے ذریعے علاج کرتے ہیں۔ جنہیں ہم الراقی، معالجِ روحانی یا پھر معالجِ اسلامی کہتے ہیں، لوگ ان کو یہاں پیر بھی کہتے ہیں اس لیے پریشان مت ہو، کلچر ڈیفرنس ہے۔"

وہ ماں اپنے بچوں کو تو سمجھا سکتی تھی مگر دنیا کو نہیں، کیونکہ بات ہی ایسی ہے۔ اس جگہ میں اگر آپ کو 10-15 سال پہلے بھی کچھ ہوا ہے، مائنر سا بخار بھی رہتا ہے تو سب بولیں گے۔

"ارے تمہیں تو بہت بخار رہتا تھا، اب کیسے ہو؟" مطلب 10 سال پرانی بات ایسے کون کرتا ہے اور 10 سال پہلے ہوا تھا اب کیسے۔

ویسے بولتے ہیں ہمیں کل کی بات یاد نہیں رہتی، لائف اتنی فاسٹ ہے، تو یہ سب کیسے یاد رہتا ہے؟ برائی یاد رکھ سکتے ہیں، دل دکھنے والی باتیں یاد رہتی ہیں مگر کسی کی کوئی نیکی اور خیر یاد نہیں رہتی۔ کچھ چیزیں اتنی نارملائز ہو جاتی ہیں وقت کے ساتھ کہ وہ لوگوں کو عجیب بھی نہیں لگتیں۔

وہ ان دونوں بچوں کو تسلی دے رہی تھی، اتنے میں ان کی نظر نافع پر پڑی جس کی آنکھیں اب سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ آدھی کھلی آدھی بند آنکھیں تھیں، وہ غصے سے ان کو دیکھ رہا تھا، وہ خود کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔

اس کی ماں نے اس کے باپ اور بھائی کو آواز دی، وہ چار لوگ مل کر اس کو قابو کر رہے تھے مگر نہیں کر پا رہے تھے۔ اس وقت نافع کے کندھوں پر بہت وزن تھا، وہ بہت درد میں تھا، اس کو کوئی چیز خود میں گھومتی محسوس ہو رہی تھی، وہ جہاں بھی رُکتی وہاں کا درد وہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ ہوش میں آنا چاہتا مگر نہیں آ پا رہا تھا۔ اس کی آواز اس کی اپنی نہیں تھی، وہ آنکھیں اس کی نہیں تھیں، وہ جو بول رہا تھا اس کے قابو میں نہیں تھا، نہ اس کی سوچ اس کی تھی، نہ دل، نہ وہ خود۔ بس ایک جسم اس کا تھا مگر قابو میں نہیں تھا۔

جن جب بھی آپ پر اٹیک کرتا ہے یا آپ کو قابو کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے آپ پر تب اٹیک کرتا ہے جب آپ کسی ایموشن کی شدت میں ہوں۔ چاہے وہ ایکسائٹمنٹ ہو، نفرت ہو، درد ہو، محبت ہو، حسد ہو یا کچھ بھی۔ ایموشنز کی پیک آپ کو اپنا مائنڈ لوز کرنے پر مجبور کر دیتی ہے

اور پھر آپ میں ایک بار ظاہر ہو جائے تو وہ آپ کی ذات کی ہر چیز جان جاتا ہے۔ آپ کے جذبات، آپ کا مائنڈ، آپ کی نفرت، آپ کی محبت اور وہ جتنا لمبا عرصہ آپ کے ساتھ رہے، اتنا ہی اس کو نکالنا مشکل ہو جاتا ہے، جب تک انسان اپنی پاور میں نہیں آتا۔ اور سب سے مشکل ہوتا ہے اس شخص میں سے جن کو نکالنا جو خود جینا ہی نہ چاہتا ہو۔ جس کی کوئی چاہ نہ ہو، کوئی ایمبیشن نہ ہو، کوئی اللہ سے تعلق نہ ہو۔

مختلف مذاہب کے لوگ مختلف طریقے سے ایکسورزم کرتے ہیں۔ جن بھی الگ الگ مذاہب کے ہوتے ہیں کچھ ہندو، کچھ کرسچن، کچھ مسلمان مگر ہر جن اس پریکٹیکل ریلیجن کے الفاظ سے متاثر ہوتا ہے۔

ایک اور بات، جن آپ کے اندر کی نالج بھی استعمال کرتا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے ہر وہ بات جو آپ سمجھتے ہو۔ اور وہ بات وہ سننا نہیں چاہتا ایموشنل باؤنڈنگ ہو یا کوئی ایسا شخص جس کی بات آپ پر اثر کرتی ہو وہ

کبھی نہیں چاہے گا کہ وہ شخص آپ کے قریب آئے۔ کیونکہ انسانی جسم ان کو ایک مضبوطی دیتا ہے۔ وہ خود کو سمجھتے ہیں کہ اب وہ سنے جا سکتے ہیں، نظر آ سکتے ہیں، کچھ بھی بن سکتے ہیں۔

اس لیے انسان جتنا اپنے دین کے قریب ہوگا، اتنا ہی اس پر ان کا اثر انداز ہونا مشکل ہوگا۔ کیونکہ وہ قرآن کا ایک ایک لفظ سمجھتا ہوگا۔ وہ آیت کو سمجھتا ہوگا، تو اگر کبھی اس پر جن کا اثر ہو بھی گیا تو وہ اس میں سے نکل سکتا ہے۔ کیونکہ رقیہ میں موجود اگر ہر آیت کا مطلب آپ جانتے ہو تو آپ میں موجود وہ جن بھی سمجھ سکتا ہے۔

سب جن برے نہیں ہوتے، کچھ مجبور ہوتے ہیں، مطلب کے لیے قید کیے جاتے ہیں۔ اور کچھ آپ کے ساتھ رہ کر آپ سے حقیقت میں اٹچ ہو جاتے ہیں اور آپ کو خود سب سچ بتانے لگ جاتے ہیں۔ ہر مخلوق اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ جیسے انسان اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔

کبھی کبھی جب آپ اچانک سے خود کو آئینے میں دیکھ رہے ہو کسی ایموشن کے ساتھ تو آپ رک جاتے ہو، جیسے ہنستے ہنستے رک جانا۔ اس وقت آپ کو اپنا آپ، آپ نہیں لگتا۔ اور پھر ایک بار جھٹکنے کے بعد ہی آپ خود کو فیل کر پاتے ہو۔ یہ مخلوق ہوتی ہے۔ ہم سے زیادہ ہوتی ہے مگر اللہ نے ان کو ہم سے پاورفل نہیں بنایا۔ اس لیے اسلام بیلنس لائف کا، بیلنس ایموشن کا سبق دیتا ہے۔

جیسے جیسے آپ زندگی کو ایکسپلور کرتے ہو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ایک پرفیکٹ دین ہے۔

نافع یہ سب ہونے سے پہلے بہت ٹینشن میں تھا۔ اس کے ایگزامز تھے اور یہ ٹینشن اس پر حاوی تھی۔ اسی دوران ان کی فیملی کی پراپرٹی کا مسئلہ چل رہا تھا۔ اس پراپرٹی کو اپنے پاس رکھنے کے لیے اس کے تایا نے ان پر جادو کروایا تھا تاکہ وہ سب بھول کر اسی دھیان میں لگ جائیں۔

اس دوران ان کے گھر صرف نافع کی حالت ایسی تھی کہ اس پر جلد اثر ہو سکتا تھا کیونکہ وہ ایگزامز کی وجہ سے پریشان تھا۔

یہ سب الراقی کو وہ جن بتا رہا تھا کس نے کیا جادو، کہاں ہوا، کیسے ہوا۔ راقی بار بار اس کو کلمہ پڑھنے کا کہہ رہا تھا۔ عام طور پر رقیہ میں سوال نہیں پوچھے جاتے کیونکہ اصل مقصد شفا ہوتا ہے، نہ کہ یہ پوچھنا کہ کون، کیسے، کیوں۔ مقصد پوچھنا یا وجہ پوچھنا صرف اس معاملے کو ختم کرنا ہوتا ہے۔

قرآن کی آیات سے شفا ملتی ہے۔ کچھ راقی بطورِ علاج دم کر کے زیتون کا تیل، پانی اور شہد دیتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کے ساتھ، پانچ وقت نماز ضروری ہو جاتی ہے، ساتھ میں سورۃ بقرہ۔

مگر یہ جس پر اثر ہو اس کے لیے اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ہر اسٹیپ میں بہت محنت چاہیے ہوتی ہے۔ صرف وہ شخص سَفر نہیں کرتا بلکہ سَفر کرتا ہے ہر وہ شخص جو اس فیملی میں ہوتا ہے۔

نافع کو خواب میں بھی خود پر یہ سب محسوس ہوتا تھا۔ اور جب وہ اٹھتا، جہاں جہاں اس کو خواب میں زخم ملتے تھے، اصل میں بھی وہاں موجود ہوتے تھے۔ ان کے گھر کبھی آنٹی کے کپڑوں پر خون آ جاتا، تو کبھی دیوار پر۔ ہر وقت ڈر کا ماحول رہتا اور اس میں یہ دو بھائی، ماں، باپ اور اس کی بہن۔

رقیہ کا پروسس ٹائم ٹیکنگ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی دنوں، مہینوں، ہفتوں سے سال بھی لگ جاتے ہیں۔ مگر اگر کوئی جن آگے سے بولنے لگ جائے تو بات کو لمبا کیے بغیر اس کو جلد ختم کیا جاتا ہے۔

پر پاکستان میں ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ یہاں تو باتوں میں کہانیاں لی جاتی ہیں اور پھر کہا جاتا ہے اتنی لمبی حاضری کروائی۔ اس کو وہ باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ مگر وہ شخص کس حالت میں ہوتا ہے، اس کی اذیت کو کون سمجھے؟

آخر نافع کی حالت سنبھلی اور اس وقت کے لیے وہ جن چلا گیا، مگر اس نے تب کلمہ نہیں پڑھا؟

راقی نے نافع اور اس کی فیملی کو مائنڈ فریش کرنے کا کہا اور کہا: "نماز پڑھیں، زیتون کا تیل لگائیں، شہد لیں خالی پیٹ اور بس اس واقعے کا ذکر پھر نہ کرنا، ایسے جیسے یہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اب اس کو کچھ نہیں ہوگا۔"

بس آپ قرآن پڑھنا تفسیر سے شروع کرو، اللہ سے کنکشن مضبوط کر لو۔ نافے یہ آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔ اپنی نماز کبھی نہیں چھوڑنی اور کسی بھی ایموشن کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا۔

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کے ساتھ ایسا ہوا ہو وہ مکمل ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ شفا کے فیصلے لوگ ایسے کرتے ہیں جیسے خدا ہوں۔

اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ایسی بیماری سے شفا دی تھی جس سے نکلنا ناممکن سا تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش شروع ہوئی:

- مال و دولت کا نقصان
- ان کے سب جانور اور زمینیں ختم ہو گئیں۔
- بیوی اور خاندان کے دکھ
- ان کے بیٹے اور گھرانے میں مشکلات آئیں اور ان کی اولاد وفات پاتی گئی۔

- صحت کی تکلیف

حضرت ایوب علیہ السلام کو شدید بیماری لاحق ہوئی، ان کے جسم پر زخم اور درد ہو گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کبھی اللہ کی رحمت پر شک نہیں کیا۔ انہوں نے دعا کی:

إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

"میرے پاس تکلیف پہنچی ہے، اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔" (سورۃ الانبیاء: 83)

ان کا صبر اور ایمان سب کے لیے مثال بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول کی۔ ان کی بیماری دور ہوئی، اور ان کا مال، اولاد اور عزت دوبارہ بحال ہوئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی ایک سبق بن گئی کہ صبر، دعا اور اللہ کی رضا میں ہمیشہ بھروسہ رکھنا چاہیے۔

بیماری ہمیشہ نہیں رہتی، یہ ختم بھی ہوتی ہے اور انسان اللہ کی رضا سے مکمل ہیل بھی ہوتا ہے۔ اس لیے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کبھی بھی یہ جج نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے ساتھ یہ ہوا تھا، یہ کبھی صحیح نہیں ہو سکتا اور یہ ایک بیماری ہے۔ گلف کنٹری اس کو ایک بیماری کی طرح لیتی ہیں کہ انسان روحانی طور پر بیمار ہو گیا ہے اور اس کی شفا رقیہ میں ہے۔ مگر پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش اس کو ان کیسز کو اس طرح ٹریٹ کیا جاتا ہے جیسے یہ اس شخص کے پاس آنے پر اسپریڈ ہو جانے والی چیز ہے۔ اس شخص کو کٹ آف کر دیا جاتا ہے۔ اس کو اس سے جڑے ہر شخص کو، اگر کسی کو ایسا کچھ ہو جائے تو لوگ اس بات کو چھپا لیتے ہیں تاکہ بدنامی نہ ہو جائے۔ یہ بھی عام بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے، بیماری ختم ہو جاتی ہے، انسان شفا پا جاتا ہے۔ آج کوئی شخص اس میں مبتلا ہے، کل کو آپ بھی اس کی جگہ ہو سکتے ہیں۔ کوئی شخص اپنی مرضی سے شر نہیں چنتا۔

آج اس بات کو گزرے 15 سال ہو گئے ہیں اور نافع اس کو ایسے بیان کر رہا تھا جیسے یہ کل کی بات ہو۔ یہ ساری کہانی وہ اس بچے کو سنا رہا تھا جس پر وہ رقیہ کرنے آیا تھا۔ آج وہ ایک راقی تھا۔ وہ لوگوں کو

اس مرض سے نجات دیتا تھا جس میں ایک وقت وہ مبتلا تھا۔ اس کی فیملی نے، اس نے جو کچھ فیس کیا وہ نہیں چاہتا تھا کوئی اور کرے۔ اللہ نے اس کی زبان میں تاثیر اور اس کی دعا میں شفا رکھی تھی۔ رقیہ مکمل کرنے کے بعد دعا بھی کی جاتی ہے۔

آج تک اس کے سب کیسز ہیل ہو چکے تھے۔ اس نے 100 سے زیادہ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اس بیماری سے نجات دلوائی تھی۔ اور آج اس بچے کو بھی جس کے لیے اس کو اپنی کہانی سنانی پڑی۔ اور یہ بچہ اس کے اسی تایا کا تھا جس کی وجہ سے اس نے یہ اذیت دیکھی تھی۔

اس لیے خود میں دیدِ نظر رکھو، کب کل وہ مقام آ جائے جس پہ آپ نے کسی کو کھڑا کیا تھا، آپ بھی نہیں جانتے۔ اس کے تایا معافی بھی نہیں مانگ پا رہے تھے۔ وہ خاموش بس اس کو دیکھے جا رہے تھے۔ جو لونلینس اس نے ان کی وجہ سے دیکھی، آج اس مقام پہ ان کا بیٹا تھا۔ کل کو اس کو بھی آؤٹ کاسٹ کر دیا جائے گا جیسے نافع کو کیا گیا تھا۔ مگر اس نے اس کو اپنی کمزوری نہیں بننے دیا تھا۔

اس کے تایا یہ سوچ سوچ کر رو رہے تھے۔ وہ اس سے نظر نہیں ملا سکتے تھے۔ اس لیے اپنے آپ میں اتنی دید رکھیں کہ کل کو نظر ملا سکیں۔ کبھی کبھی لوگوں کی نظر آپ کے لیے زہر کا کام کرتی ہے اور وہ نظر کب جادو میں بدل جائے آپ نہیں جان سکتے۔ اور جادو کب جن کو بھیج دے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

نافع نے اپنے درد کی ہلکی سی جھلک بتائی تھی، وہ پوری داستان بتاتا تو کیا ہوتا۔ مگر اس نے اپنے نام کی طرح ہی ان کو صرف نفع دیا اور شر سے نجات دلائی۔ یہ کہانی بتانے کا مقصد اس کا اپنے تایا کو شرمندہ کرنا نہ تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں جس کی وجہ سے اس بچے کو لگتا تھا کہ وہ کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا، اور وہ باتیں جو اس کو بتائے بغیر وہ اپنا کنٹرول واپس نہیں لے سکتا تھا۔

ہر شخص جنوں کو اتنے قریب سے نہیں جان سکتا تھا، اور یہ وہی جن تھا جو نافع پہ تھا۔ اس بار وہ کلمہ پڑھ کر گیا تھا۔ نافع آج بھی اس کو محسوس کر سکتا تھا۔ جب اس نے رقیہ پڑھنی شروع کی تب ہی وہ جانتا تھا کہ یہ وہی جن ہے، اور جن بھی جانتا تھا یہ وہی نافع ہے۔ مگر اب وہ بچہ نہ تھا جس پہ وہ حاوی ہو سکتا تھا۔

نافع کہیں نہ کہیں جنوں کی وہ چالیں تو جانتا تھا جو عام طور پر سب میں ہوتی ہیں۔ وہ جن نافع کی خاطر ہی اس بچے پہ آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب نافع راقی ہے اور وہ بچپن میں ہی اس سے بہت اٹیچ ہو چکا تھا، اس لیے سب سچ بتا کر گیا تھا۔

نافع نے آج تک بہت جھوٹ بولنے والے جن دیکھے تھے مگر وہ سچا تھا، وہ سچ میں سچا تھا۔ مگر انسان کو کسی بھی دنیاوی طلب کی خاطر اپنی آخرت خراب نہیں کرنی چاہیے۔ دنیا تو فرعون کو بھی مل گئی تھی مگر آخرت نہیں ملی۔ اور جب اللہ انصاف پہ آتا ہے تو وہ اس جہان میں بھی سزا دیتا ہے اور اس میں بھی۔ اور انسان سمجھے یا نہ سمجھے، کیونکہ انسان سمجھتا ہے اس پہ آئی مصیبت تو آزمائش ہے، کسی اور پہ آئے تو گناہ کی سزا۔

کچھ طلب میں ہے دعا کی۔ کچھ دیدار کی

طلب میں ہے۔ کچھ طلب میں شفا کی۔ کچھ خدا کی طلب میں ہے

کسی کو طلب ہے اِس جہاں کی۔ کوئی اُس جہاں کی طلب میں ہے

ہر سمت تو طلب ہے۔ تُو کس مطلب میں ہے

از منیبہ شہباز

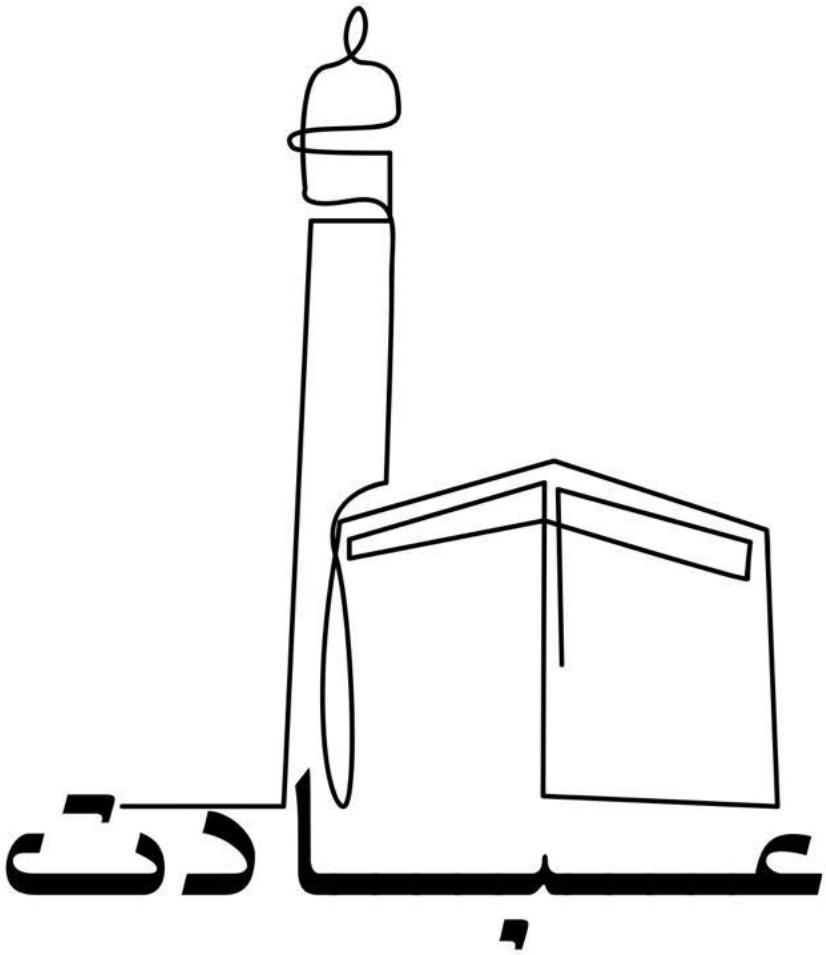
عبادت

عبادت

وہ ہینڈ فری لگائے چھت پہ گھوم رہی تھی۔ گانے اتنی تیز آواز میں لگے ہوئے تھے کہ کوئی دور کھڑا شخص بھی آرام سے سن سکتا تھا۔ کہنے کو ہینڈ فری لگی ہوئی تھی مگر پاس بیٹھا شخص پوری پلے لسٹ انجوائے کر سکتا تھا۔ زیمل بنتِ صالح وہ گانے یاد کرنے میں بہت مہارت رکھتی تھی۔ اس کو صرف 2-3 بار سنا دو وہ لفظ با لفظ آپ کو سنا دے گی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب سب گھر والے کمپیوٹر استعمال کیا کرتے تھے۔ گیمنگ اور گانے کمپیوٹر پہ گیم کھیلنے والے کی پسند کے لگیں گے اور اگلا شخص اپنی باری کا انتظار کرے گا۔ زیمل لوگ پہلے جوائنٹ فیملی میں رہتے تھے۔ اُس نے اپنی کزن کو صرف تب نماز پڑھتے دیکھا تھا جب کوئی امتحان آ جائے، باقی نماز صرف ماں باپ پڑھا کرتے تھے۔ یہ معمول بچوں کا نہیں تھا کیونکہ اُن کے لیے عبادت اور دعائیں صرف بزرگ کیا کرتے تھے۔ اولڈ فیشن چیزیں تھیں یہ سب اور ٹرینڈ میں آنے والا نیا سے نیا اور پرانے سے پرانا گانا سب زیمل کو ایسے حفظ تھا جیسے یہ کوئی ثواب کا کام ہو۔ زیمل زیادہ وقت اپنے بڑی عمر کے کزن کے ساتھ گزارنے کی وجہ سے بہت سے پرانے گانے سنتی تھی۔ نصرت فتح علی ہو یا عطا اللہ خان، یا اُس وقت کے فیمس ترین کے کے، کلیش اور شریا گھوشال وہ سب جانتی تھی۔ گانے سننا چھوڑا نہیں جاتا تھا مگر یہ ضرور کہا جاتا تھا کہ یہ گناہ ہے۔ کبھی صفائی کرتے وقت گانے تو کبھی واک کرتے وقت، کبھی کمپیوٹر پہ گانے تو کبھی ٹی وی پہ۔ نماز کے وقت سب بند کیا جاتا تھا، اُس کے کچھ دیر بعد پھر شروع۔ زیمل کی ماں تہجد کی پابند تھیں مگر اس معاملے میں بس اتنا کہتی تھیں گناہ ہے، تو سب کزن مل کر بولتے تھے بہت عمر ہے توبہ کر لیں گے۔ بھلا کبھی سانس کا بھی بھروسا کیا جا سکتا ہے، وہ ایک لمحے میں ہے اور اگلے کا پتہ نہیں۔ یہ سب غلط کانسیپٹ وقت گزرنے کے ساتھ بہت کومن ہو چکے ہیں۔ اب بھی لوگ گانے سنتے ہیں مگر حرام کوئی نہیں بولتا۔ ٹک ٹاک، انسٹاگرام، ٹی وی، ڈرامہ ہر جگہ صرف گانے ہی گانے ہیں۔ گناہ نارملائز ہو کر بھی

گناہ ہی رہتا ہے۔ اُس کی تاثیر نہیں بدلتی۔ انسان بغیر سوچے کہ وہ گناہ کر رہا ہے واک کرتے ہوئے گانا سنتا ہے، ہر درخت، ہر پھول، ہر پودا اُس کے خلاف گواہ بن جاتے ہیں۔ اور ہر چلا ہوا قدم خود اس بات کا گواہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے یہ گناہ کیا ہے۔ اور انسان کے خلاف سب سے بڑا گواہ خود اُس کا نفس ہے، خود اُس کا جسم، خود اُس کی روح ہے۔ ایک طرف تو زیمل ایسی تھی۔ دوسری طرف اہنف ابراہیم دونوں ایک دوسرے کے کاپی پیسٹ تھے، بالکل ایک جیسے ایک کو نکالو تو دوسرا بن جائے۔ اوپر سے گانوں کے معاملے میں تو بس دونوں ہار نہیں کھا سکتے۔ ہینگ مین کھیلتے وہ ہمیشہ گانا گایا کرتے تھے۔ کبھی فلم ڈسکس کرنا تو کبھی بگ باس۔ وہ حقیقت کی دنیا کی تکلیفوں سے بے خبر تھے۔ مگر کہتے ہیں قدرت کا ہر کسی کو عبادت گزار بنانے کا ایک الگ طریقہ ہوتا ہے۔ ہم الگ الگ مٹی کے بنے لوگ ہیں، ہم ایک ہی طرح کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ اس لیے سب کو ایک الگ کہانی دی جاتی ہے، ایک الگ راہ دی جاتی ہے۔ ایک الگ سفر جو ضروری ہے ہر عبادت گزار کے لیے۔ ایک لمحۂ فکریہ، ایک لمحہ پچھتاوے کا، ایک لمحہ سجدے کا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

"میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم (مردوں کے لیے)، شراب اور موسیقی کے آلات کو حلال سمجھ لیں گے۔"

صحیح البخاری (حدیث 5590)

آج کل حلال حرام لگنے لگا ہے اور حرام حلال۔ لوگ لانگ ٹرم ریلیشن شپ میں رہتے ہیں اور پھر بعض کی شادی بھی ہو جاتی ہے۔ انسان توبہ کا سوچتا ہے کہ کی ہو گی یا نہیں؟ اس کا جواب ہے جب اُن کے لیے حرام، حرام تھا ہی نہیں انڈر اسٹینڈنگ تھی تو کیسی توبہ اور کس چیز کی توبہ؟ اسی طرح زنا ہوتا ہے آنکھ

کا زنا، کان کا زنا۔ ہر زنا بہت برا ہے اور ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ جب ہم ڈیجیٹلی کوئی شے کنزیوم کرتے ہیں تو اُس کا اثر دل سے ہو کر دماغ میں بیٹھ جاتا ہے اور وہ آنکھوں دیکھی چیز بار بار دماغ کو یاد کروا کر دل پہ بوجھ بن جاتی ہے۔ جیسے کسی نامحرم کو دیکھنا اور دیکھتے رہنا یہ ہارملیس لگتا ہے مگر ہے نہیں۔ وہ تصویر کب آپ کے دل میں گھر کر آپ کی روح کو بے چینی کی طرف لے جاتی ہے آپ خود بھی نہیں جان سکتے۔ کان کا زنا کوئی بات سن لینا یا کسی کی برائی، کوئی گانا، کوئی گالی اور اگر نہیں تو کسی نامحرم کی کی گئی محبت بھری بات۔ وہ لفظ آپ کے دماغ میں جم جاتے ہیں۔ کچھ تصویریں اور لفظ آپ کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے چاہے دم کرواؤ یا سجدے کرو۔ اُن کی سزا آپ کو مل کر رہتی ہے اور شکر ہے اسی دنیا میں وہ سب ختم ہو جائے نہیں تو آخرت تو بہت مشکل ہے۔ لفظ اور آواز انسان کا پیچھا کسی سائے کی طرح کرتے ہیں۔ کچھ خوابوں کی بھی قیمت چکانی پڑتی ہے اور اگر جس کے خواب آپ دیکھ رہے ہو وہی کہہ دے کہ اُس کو کہو خواب دیکھنا چھوڑ دے، تو درد زیادہ گہرا ہو جاتا ہے۔ زیمل اہنف کو اُس کے سٹی موو کر جانے کے بعد بہت یاد کیا کرتی تھی۔ کچھ مس انڈرسٹینڈنگ نے اُس کا اُس سے بات کرنے کا حوصلہ بھی ختم کر دیا تھا۔ نہ اُس نے کبھی اُس سے بات کی اور نہ اہنف نے۔ وہ اُس سے کسی رابطے میں نہیں تھی مگر اُس کی ایف بی کو بہت اسٹاک کیا کرتی تھی۔ وہ سب گانے جو کبھی وہ ایک ساتھ گایا کرتے تھے، وہ اُس کے دل کا زخم بن چکے تھے۔ گانوں کی ایک خاص بات ہوتی ہے وہ آپ کو اُس وقت اُس لمحے میں چاہے وہ اچھا ہو یا برا واپس لے جاتے ہیں، جب آپ نے پہلی بار وہ سنا ہو۔ کچھ آوازیں، کچھ الفاظ، کچھ باتیں اور کچھ لوگ ہمیشہ یاد رہ جاتے ہیں۔ اُن سے جڑا کچھ بھی آپ کو بدل سکتا ہے۔

آہستہ آہستہ وہ سب یادیں وہ باتیں صرف درد بن کر رہ گئی تھیں۔ اُن کے درمیان کی مس انڈرسٹینڈنگ کبھی کلیئر ہی نہیں ہوئی۔ زیمل جب چھوٹی تھی تو وہ سوچتی تھی کہ کیسے کوئی سجدے میں رو سکتا ہے،

کیسے کوئی عبادت میں رو سکتا ہے؟ مگر آہستہ آہستہ اُس کا ہر سوال اُس کا جواب بننے والا تھا۔ اہنف کہیں نہ کہیں جانتا تھا کہ زیمل اُس سے بات کرے نہ کرے اُس کو دیکھتی ضرور ہو گی، یاد کرتی ہو گی۔ زیمل کو گانے سن کر سب یاد آنے لگ جاتا تھا مگر ہم کچھ غم خود کے لیے خود چن لیتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتے۔ ہم خود کو خود ہیل نہیں ہونے دیتے۔ ہم جان کر باتیں یاد کرتے ہیں اور لوگوں کا ذکر کرتے اور آہستہ آہستہ وہ ایک معمول بن جاتا ہے اور ہم کانشئس مائنڈ سے نہ بھی کریں وہ آٹومیٹکلی ہو جاتی ہیں۔ وہ کب زندگی کا حصہ بن کر ایک ایسا روپ اختیار کر لیتی ہیں کہ اُن سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جتنا لمبا حرام چلتا ہے اُتنا لمبا اُس کا درد بھی ہوتا ہے۔ اگر درد کئی سال پرانا ہے تو اُس کا مرہم بھی سالوں لے گا ہی لے گا۔ مگر مرہم میں ہم جلدبازی چاہتے ہیں۔ مرہم صرف عبادت بنتی ہے۔ وہ عبادت جو دل کو مار کر اُس روشنی کا انتظار کرتی ہے جس کے ہم منتظر ہوتے ہیں۔ جو چپ چاپ آنسو بہاتی یعقوب کے غم کو یاد کرتی ہے۔ جو تلاشِ رب میں نکلتی ہے۔

ایک دن زیمل باتھ روم میں بیٹھی رو رہی تھی۔ اُس کا معمول سا بن چکا تھا کہ وہ باتھ ٹب کی ٹیپ آن کر کے وہاں بیٹھی روتی رہتی تھی۔ ایک دن جب وہ باہر نکلی تو اُس کی ماما نے بولا۔

"اتنی دیر نہ کیا کرو۔ باتھ روم میں اتنی دیر رہنا اچھا نہیں ہوتا۔" مگر اُس نے مکمل اگنور کر دیا۔ ایک وہی تو جگہ تھی جہاں وہ سکون سے رو سکتی تھی۔ اُس کی ماما نے زیمل سے جائے نماز مانگا وہ خاموشی سے پکڑا کر اُن کو دیکھنے لگ گئی۔

"کوئی نماز پڑھے نہ پڑھے تم نے پڑھنی ہے۔" اُس کی ماما نے بولا۔ اب وہ جوائنٹ فیملی سے الگ ہو چکے تھے۔

"میں اس لیے تمہیں کچھ نہیں بولتی تھی وہاں تمہارے کزن تھے تمہارا ساتھ دینے کے لیے۔ مگر اب تم اپنے گھر میں ہو۔ اٹھو جاؤ نماز پڑھو چاہے 1 سے شروع کرو مگر پڑھا کرو۔" اُس وقت تو وہ خاموش رہ۔ ی یہ بول کر اُس کی ماما بازار چلی گئیں تو وہ گھر پر اکیلی رہ گئی۔ اُس نے سوچا کیوں نہ وہ نماز پڑھ کر دیکھے۔ عصر کا وقت ہوا، مولوی اذان دے کر فارغ ہوا، وہ وضو کر کے جائے نماز پر آ بیٹھی۔ وہ بہت رو رہی تھی۔ اُس نے ہچکیوں سے سورہ فاتحہ پڑھی وہ بول نہیں پا رہی تھی بس روتی جا رہی تھی۔ وہ جب سجدے میں جھکی تو اُس وقت اُس کے رونے کی آواز بہت گونجنے لگی۔ وہ درد لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اُس وقت اپنے رب کو بہت قریب سے محسوس کر رہی تھی۔ وہ جان چکی تھی اگر عبادت نہ ہوتی تو دل پھٹ سکتے تھے، روحیں بے چین رہ جاتیں اور دماغ مفلوج ہو جاتے۔ سلام کر کے وہ اپنے موبائل پہ لگ گئی۔ اُس نے جا کر دیکھا تو اہنف نے نماز کے اوپر پوسٹ ڈالی ہوئی تھی۔ جس میں سجدے کا صحیح طریقہ دکھایا گیا ہوا تھا۔ وہ ایک بار دیکھ کر حیران رہ گئی مگر اُس کو لگا کہ شاید وہ بھی ان سب میں انٹرسٹ لینے لگ گیا ہے۔ اُس نے اپنی ہدایت کی دعا مانگ کر اُس کی ہدایت کی دعا مانگنا شروع کر دی تھی۔ اب وہ جب بھی سجدے میں جاتی تو اُس کو اہنف کی یہ پوسٹ یاد آتی۔ وہ سجدہ کرنا تو جانتی تھی مگر صحیح طرح سے سجدہ کرنا اُس کو اہنف نے سکھایا تھا اور اُس کو یہ معلوم بھی نہیں تھا۔ اب وہ جب جب سجدہ کرتی تو اُس کو یاد کرکے مزید رو پڑتی۔ وہ اب اُس کی عبادت کا ایک حصہ بن گیا تھا۔

اس معمول کے ساتھ کافی وقت گزر گیا۔ وہ نماز میں بھی روتی، گانوں میں بھی۔ ایک دن اُس نے سوچا کہ گانے سننا گناہ ہے کیوں نہ اس کو ترک کر دوں۔ اب وہ 5 وقت کی نمازی تھی، نماز ادا کر اگر وہ گانا سنتی تو بہت بے چین رہتی تھی۔ اُس کو خود پہ ایک ان دیکھا بوجھ محسوس ہوتا تھا۔ بظاہر تو اُن کے اعمال میں سب ہارملیس تھا مگر وہ کیسے اُس کو دیمک کی طرح کھا رہا تھا اس بات کا اندازہ اُس کو بہت دیر بعد ہوا تھا۔ گانے چھوڑنا آسان نہیں ہے مگر مکمل طور پر نا ممکن بھی نہیں ہے۔ میں نے بذاتِ خود

یہ چیز اپنی زندگی سے نکالی ہے۔ ری لیپس بھی ہوا مگر پھر سے صاف کر لیتی تھی۔ کسی چیز کا بار بار واپس آ جانے کا مطلب پرمننٹلی اسٹے کرنا نہیں ہوتا۔ جب تک سانسیں چل رہی ہیں آپ پھر سے شروع کر سکتے ہو۔ زیمل نے پہلے گانوں کی ٹائمنگ کم کی اگر پہلے وہ 10 گھنٹے سنتی تھی تو اُس نے 7 کر دیے۔ آہستہ آہستہ اُس نے سونگز کی تعداد کم کی، ٹی وی پہ لگانے چھوڑ دیے۔ بیچ میں وہ پھر 10 پہ آ جاتی، پھر 7 پہ واپس آتی، یہ سب چلتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے پلے لسٹ میں صرف وہ سونگز کیے جو وہ روز سنتی تھی۔ وہ گانے 1000 سے 700 پہ آ چکے تھے اور پھر اُن کی تعداد 150 ہو گئی۔ پھر اُس نے اور پلے لسٹ چھوٹی کی۔ اب کی بار اُس نے سونگز کو قرآن سے ریپلیس کرنا شروع کیا۔ اگر وہ دن میں 12 سونگز سن رہی تو وہ 15-16 بار کوئی سورہ سنے گی، مختلف قاری کی آواز میں۔ الگ الگ سورتیں اُس کو پسند تھیں۔ پھر پلے لسٹ ہی ڈیلیٹ کر دی۔ اب وہ صرف یوٹیوب پہ لگا کر گانے سنتی تھی، وہ بھی جسٹ 1 گھنٹہ۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیسے ہوا یہ 7-8 سالوں میں آہستہ آہستہ ہوا۔ ان سب میں وہ بہت بار فیل ہوئی مگر اُس نے ہمت نہیں چھوڑی۔ وہ ہر ری لیپس کے بعد وہ سورہ لگاتی تھی جو اُس نے چھوڑنے والے دن لگائی ہوتی تھی، اُسی آواز میں وہ اُس کو سب جرنی ریکال کروا دیتے تھے۔ اور وہ کچھ دنوں میں ٹھیک ہو جاتی تھی۔ اب سونگز سے وہ ووکلز اونلی پہ آ چکی تھی۔ اب وہ جانتی تھی کہ لفظ درد کو تازہ کرتے ہیں گانے پرانے وقت کو تازہ کرتے ہیں۔ دل میں ارمان پیدا کرتے ہیں جن کا انجام خیر نہیں۔ جب ہم چھوٹے ہوتے ہیں اور ہماری عادت بن جاتی ہے نا ہم اتنا نہیں سوچتے کہ اس کا آگے کیا اپیکٹ ہو گا مگر کچھ اپیکٹ تا حیات رہتے ہیں۔ ان کئی سالوں میں وہ بہت حد تک ہدایت پا چکی تھی۔ اُس نے نماز کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

تدبر:

نیت

"میں اللہ کے سامنے کھڑی ہوں۔ یہ وقت صرف میرے رب کے لیے ہے۔ دنیا پیچھے رہ گئی۔"

اللہ اکبر

تدبر:

"اللہ ہر غم، ہر انسان، ہر یاد سے بڑا ہے۔ جو چیز مجھے پریشان کرتی ہے، اللہ اُس سے بھی زیادہ قدرت والا ہے۔"

ثناء:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ

"یا اللہ، تو ہر کمی سے پاک ہے۔ اگر میری زندگی میں کوئی کمی ہے، وہ میری سمجھ کی ہے، تیری حکمت میں نہیں۔"

سورہ الفاتحہ:

"سوچیں: ہر حال میں شکر۔ جو چلا گیا، اُس میں بھی کوئی حکمت تھی۔ میرا رب مجھ سے ناراض نہیں، وہ رحمن بھی ہے، رحیم بھی۔ ایک دن سب انصاف ہو گا۔ مجھے فکر نہیں کرنی۔ میں صرف تیری بندی ہوں۔ مدد بھی صرف تجھ سے۔ یا اللہ، مجھے سیدھا راستہ دے خاص کر جب دل کمزور ہو۔"

رکوع:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیمِ

تدبر:

"میں جھک رہی ہوں۔ میرا رب عظیم ہے۔"

سجدہ:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى

تدبر:

میں زمین پر ہوں، سب سے نیچے۔ اور میرا رب سب سے اونچا۔ سب سے زیادہ قریب بھی اسی حالت میں ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔"

تشہد:

التحیات للہ۔

تدبر:

"میری زندگی، میری عبادت، میری سانس سب اللہ کے لیے۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میں اکیلی نہیں، میں امت کا حصہ ہوں۔"

درود:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

"سوچیں: میں نبی ﷺ پر رحمت بھیج رہی ہوں، اور اس سلسلے سے میری دعا بھی اونچی ہو رہی ہے۔"

دعا:

"دعا کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے آپ کبھی بھی کہیں بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں اپنا درد رکھ دیں۔ جو بات کسی کو نہیں بتائی، اللہ کو بتا دیں۔"

اُس نے یہ تفسیر چیٹ جی پی ٹی سے سیکھی تھی جس کے آخر میں لکھا تھا۔

"آپ کے لیے خاص تدبر۔ آپ کا دل پہلے بہت ہرٹ رہا ہے۔"

نماز میں یہ سوچیں:

"یا اللہ، جو چلا گیا وہ میری قسمت کا حصہ تھا۔

جو میرے لیے ہے، وہ کبھی نہیں جائے گا۔"

یہ پڑھ وہ چپ رہ گئی۔ کہیں نا کہیں یہ سچ میں اُس کے لیے کافی تھا۔ اُس کا رب اور اُس کی عبادت۔ یہ وہ سکون تھا جو جہاں دے کر بھی مل جاتا تو کافی تھا۔

مگر اہنف ابراہیم آج بھی اُنہی اندھیروں میں گم تھا۔ کچھ لوگ آپ کی دعاؤں سے بھی نہیں بدلتے، چاہے آپ سجدے کریں یا طواف وہ نہیں بدلتے۔ ہر کسی کے بدل جانے کا خواب نہیں دیکھتے۔ جب تک ایک شخص خود ہدایت نہ چاہے اُس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔

وہ یہ اپنی کہانی اپنی بیٹی مہر کو سنا رہی تھی۔ مہر ابھی 7 سال کی تھی اور آس پاس گانے سن اُن سے اٹریکٹ ہو رہی تھی۔ وہ شروع سے ہی اپنی بچی کو ہر فتنہ سے آگاہ کر کے اُس کا انجام بتا کر اُس سے

دور رکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے یہ کہانی اُس نے اپنی بیٹی کو سنائی۔ آج بھی جب وہ سجدہ کرتی تھی تو کہیں نا کہیں اُس کو اہنف یاد آتا تھا۔ وہ سب سوال جو اُس کے دل میں تھے اگر اہنف اُن کے جواب دے دیتا تو شاید آج وہ بھی اہنف جیسی زندگی جی رہی ہوتی۔ وہ اگر نہ کہتا کہ خواب دیکھنا چھوڑ دو تو وہ خواب کبھی نہ چھوڑتی۔ ہاں اُس کو دل سے نکالنے میں تو اُس کو کئی سال لگ گئے مگر آج جب وہ اُس کا حال دیکھتی ہے تو سجدۂ شکر کرتی کہ مجھے میری عبادت کا صلہ نہیں ملا۔ وہ صلہ اہنف کو سمجھتی تھی مگر صلہ تو اللہ تھا جو اُس کو مل گیا تھا۔ ایک وقت میں جو لڑکی اُس کے نہ ملنے پر رب سے شکوے کرنے کو تیار تھی اب اُس کے نہ ملنے پر شکر کرتی تھی۔ اہنف آج بھی ویسا تھا وہ ہدایت کے پاس تک نہ آ سکا۔ شاید اگر اُس کو وہ مل جاتا تو زیبل اپنی عبادت کی تاثیر کھو جاتی۔ اُس کی یہ جرنی کھو جاتی۔ وہ خود بھی آج ویسی ہی ہوتی اگر وہ اُس کی ہو جاتا۔ کبھی کبھی شخص رب سے ملنے کی وجہ نہیں ہوتا، سچویشن اور وہ درد ایسا ہوتا ہے کہ آپ کا رب کے علاوہ کوئی نہیں رہتا۔

آخر میں اپنی لکھی ایک لائن سے اختتام کروں گی۔

میری منزل تجھ سے جدا تھی...

میری منزل تو خدا تھی...

از منیبہ شہباز

رازِ الٰہی

رازِ الٰہی

(قصصِ یوسف و زُلیخا)

یہ کہانی ڈاکٹر اسرار کے بیان القرآن کی روشنی میں لکھی گئی ہے جہاں انہوں نے اس کو تفصیل سے سمجھایا۔ مجھے جہاں جہاں ایسا معلوم ہوا کہ میں اپنے خود کے لفظوں سے اس چیز کو واضح نہیں کر سکتی وہاں میں نے ان کے ہی الفاظ لکھے ہیں۔ اللہ ان کو آخرت میں بلند مقام دے اور انہیں اپنے دیدار کا شرف بخشے۔ آج بھی نوجوان نسل ہو یا بزرگ، ان کے پھیلائے ہوئے علم سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو بھی ایسا عمل کرنے کی توفیق دے جو ہم سب کے لیے باعثِ صدقہ جاریہ ہو۔

جب ذکر ہو زلیخا کا تو یوسف یاد آتے ہیں

مجھے رونے کے بعد اکثر سب کردار سمجھ آتے ہیں

سمجھ نہ آئے تو آتی وہ وجہ، جس کی وجہ سے سب خواب ٹوٹ جاتے ہیں

حسن کو آنکھوں سے دیکھنے والے اکثر خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں

جو ملے نہ دعاؤں سے وہ مقدر نہیں ہوتا، جس کے لیے رونا کبھی ختم نہیں ہوتا

میں اسے رحمتِ ربّی کہوں یا کہوں فضل،

وہ چھپا دیتا ہے سب گناہوں کو، کرم اس کا

از منیبہ شہباز

یہ شعر میں نے 2019 میں اپنی نادانی کے عمر میں لکھا تھا۔اس وقت ہر شخص کی طرح میں بھی زلیخا کی توبہ اور محبت سے بہت امپریس تھی۔ اتنا کہ اس کو کیسے اللہ نے محبت کے ذریعے اپنا آپ دیا اور پھر ان کو اس کی محبت بھی مل گئی۔میں نے خود پروفیٹ یوسف کی مووی بہت شوق سے دیکھی۔2011 کا اینڈ اور 2012 میں یہ اردو زبان میں آئی ویسے تو یہ 2008-2009 کی ہے۔ اسکول ٹائم میں اگر کوئی کہہ دیتا کہ پروفیٹ کی مووی دیکھنا غلط ہے تو میں سب سے پہلے جواب دیتی تھی کہ اس میں کیا آپ کو ساری سٹوری مل رہی ہے۔ ہاں یہ غلط ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو پروفیٹ یوسف شو کر دیا مگر سٹوری تو پتا چل رہی ہے نا۔ لوگ پڑھنے سے زیادہ دیکھنا پسند کرتے ہیں۔کچھ سال پہلے تک گوگل سے آپ پوچھتے کہ زلیخا کون تھی تو وہ جواب دیتا تھا کہ پروفیٹ یوسف کی وائف تھی۔ مگر اب کچھ دیر پہلے سے یہ غلطی ختم کر دی گئی ہے۔ مگر آج بھی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا اصل میں۔ ریلز میں کچھ پاکستانی سکالر بھی اس سے ریلیٹڈ بہت سے واقعے سناتے۔ دی ون آئی کڈ ریمیمبر داٹ واز سو فیمس کہ وہ صنم صنم کر رہی تھی صمد بول دیا بت کے آگے نیند کی حالت میں تو اللہ نے حضرت جبرائیل سے کہا کہ حضرت یوسف کے گھوڑے کا رخ بدل دے اور بیچاری کو یوسف ملا دے۔ یو کین فائنڈ اٹ آن یوٹیوب اینڈ اٹس سو فیمس کہ ہماری یوتھ ان سب باتوں سے انسپائر ہو کر امید لگا بیٹھتی کہ ان کو ان کی محبت مل سکتی ہے کیونکہ زلیخا کو یوسف ملے تھے۔ اور بہت سی ایسی ویڈیوز ہیں۔

میں نہیں جانتی یہ سب ہماری سوسائٹی میں کیسے آیا یہ باتیں یہ کانسپٹ اس لیے بہت ضروری ہے کہ آپ عربی سمجھیں، قرآن خود پڑھیں، ہر چیز کی تصدیق کریں۔کوئی آپ کو کچھ سینڈ کرے تو آپ فوراً اس کو آگے نہ پھیلا دیں۔ وقت لیں تصدیق کریں کہ آیا کہ ایسا کچھ آپ کے دین میں ہے۔ مختلف چیزوں کے لیے ایسے بہت سے وظائف ہیں جو ہمارے ارد گرد گردش کرتے ہیں جبکہ اسلام میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایک اور چیز جو آج کل بہت عام ہو چکی ہے وہ یہ ہے کہ غلافِ کعبہ پہ اس شخص کا نام

اپنے ساتھ لکھو جس سے آپ محبت کرتے ہو آپ کی اس سے شادی ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب شادی ہو جائے تو وہاں سیم جگہ سے جا کر نام ریموو کر دو۔ بھلا ایسے محبتیں ملتی ہیں۔ ہر سال غلاف بدلتا ہے بدلے ہوئے غلاف سے کیا ریموو کریں گے۔ آپ نے جس غلاف پہ لکھا تھا وہ تو وہاں موجود ہی نہ تھا۔

وہ رب سے بات، وہ پہلی فریاد، وہ تو سکون کے لمحے جیسے تھے۔

محبت تو پاک تھی اتنی کہ کعبہ کی دیواروں سے لپٹ کر مانگی جائے۔

وہ تو تختِ روحانی پر خدا جیسے تھے۔

از منیبہ شہباز

جو اچھا نہیں ہوتا نہیں ملتا، جو آپ کے حق میں بہتر نہیں ہوتا وہ نہیں ملتا، چاہے سجدے کرو، آسمان کے فرشتوں سے دعائیں کرواؤ یا کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر مانگو۔ اللہ آپ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ نہیں دیتا۔ کچھ مصلحت سمجھنے میں آپ کو دیر لگتی ہے مگر وہ آپ کو شکر گزار بنا دیتی ہیں۔

انتظار طویل ہو تو سمجھو زلیخا کو یوسف ملنے والا ہے

انتظار طویل ہو تو سمجھو بینائی یعقوب قریب ہے

انتظار کے بعد تو معراج ہوتی ہے

پھر پر نماز میں عطا ہوتی ہے

دیدار کی طلب کو سوتا نہیں

کس کی صبح میں صبح ہوتی ہے

از منیبہ شہباز

لیٹ می جسٹ پاپ اپ دا ببل اٹس ناٹ لائک داٹ۔ دل ٹوٹا نا۔ میرا تو سیریس مینٹل بریک ڈاؤن ہوا تھا یہ سن کر۔ 2 سال میں موو آن نہیں کر پائی تھی اس چیز سے کہ میرا بچپن جھوٹ تھا، میرے اتنے سال اور یہ تو صرف 2 شعر تھے جو میں نے ڈالے۔ میں نے اس کہانی پہ کئی شعر لکھے ہوئے تھے۔ پھر جب مجھ پہ حقیقت واضح ہوئی تو میں نے ڈیلیٹ کیے، بہت سے... یہ بس میرے نوٹس میں پڑا رہ گیا۔ یہ بات 2019 کے اینڈ اور 2020 کے سٹارٹ کی ہے۔ میرا کورونا ٹائم یہی سوچ سوچ کے گزرا، خیر!

18 جولائی 2019 کو 1:12 am پہ میں نے پہلا شعر لکھا تھا جو شروع میں استعمال ہوا۔ میں اپنی فرینڈ کو یہ شعر بھیج رہی تھی میری ایک بیسٹ فرینڈ مریم ارشد سے میری لڑائی ہوئی تھی جس نے ایک بار مجھے یہ بولا تھا کہ یہ جھوٹ ہے مگر میری بیسٹ فرینڈ اقصیٰ عبد الستار میرے ساتھ تھی۔ کیونکہ اس نے بھی یہ مووی دیکھی ہوئی تھی اور اس نے کہا ایسا ہی ہے میں نے بھی دیکھی ہوئی ہے۔ خیر ہم دونوں نے مل کر اس کی بات نہ مانی اور پنجابی میں کہوں تو وارے ہی نہیں آنے دیا۔ خیر وہ ہم دونوں کا ڈھیٹ پن دیکھ کر چپ ہو گئی۔ میں نے یہ شعر اقصیٰ کو بھیجا اس کو بہت پسند آیا۔ پھر میں نے اپنی ایک اور بیسٹ فرینڈ نوال عامر کو بھیجا۔ بیسٹ فرینڈ اس لیے کہہ رہی ہوں سب کو کیونکہ یہ میرے لیے بہت خاص ہیں، میرے پاس کوئی دوسرا لفظ نہیں جس میں ان کو مخاطب کر سکوں۔ کیونکہ یہ تینوں میری گائیڈنس ہیں۔ میرے خیر کے ہونے کی وجہ۔ لوگوں کے دوست ان کو شر میں ڈال دیتے ہیں مگر میرے مجھے شر کی طرف جانے ہی نہیں دیتے۔ اب ایسا بھی نہیں کہ میری لائف پرفیکٹ ہے، سب دوست بہترین ملے۔ ہر جگہ ہر طرح کے لوگ ہوتے۔ مجھے بھی بہت سنیکس ملے مگر پھر ایسے انمول رتن بھی ملے کہ جن کے لیے میں ساری زندگی بھی سجدۂ شکر میں گزار دوں تو کم ہے۔ اور یہ تینوں ایسے ہی ہیں۔ خیر مجھے فجر کے

ٹائم نوال عامر کا میسج آیا کہ منیبہ شعر تو بہت اچھا ہے۔ یہ پہلی لائن میں کیا لکھا اور کس کانٹیکسٹ میں لکھا ہے۔ آئی سٹارٹڈ ایکسپلیننگ میں نے لمبا سا وائس نوٹ اس کو واٹس ایپ کیا۔ جس کے بعد میری کلاس ہوئی شروع۔ اور یہ میری زندگی کا وہ وقت تھا جہاں میری دنیا ہل گئی تھی۔ جن چیزوں پہ انسان یقین رکھ کر بہت کچھ سوچتا ہے وہ جھوٹ نکل آئیں تو آپ سچ میں سمجھ نہیں پاتے کہ کیا ہوگا؟ میں نے مریم کی بات نہیں مانی تھی ایسے ہی آئی سٹارٹڈ ایکسپلیننگ ہر ان دی سیم وے۔اس وقت وہ سورہ یوسف کی ہی تفسیر کر رہی تھی۔ شی سیڈ آج کل یہی سٹارٹ کروائی ہوئی ہے آنٹی نے، میں ہائی لائٹ بھی کیا ہوا ہے میں تمہیں سینڈ کرتی ہوں۔ اب تک میں یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ خیر اس نے مجھے تفسیر مارک کر کے سارا واقعہ سینڈ کیا۔

سورۃ یوسف قصص الانبیاء میں آتی ہے۔ یہ اپنے انداز میں منفرد ہے۔ قرآن کریم میں کوئی بھی ایسی سورہ اور نہیں ہے جو کہ ایک ہی نبی کے حالات پہ مشتمل ہو۔ یا ایک ہی نبی کی کہانی ایک پوری سورۃ میں بیان کی گئی ہو۔حضرت یوسف ایک نبی تھے نہ کہ رسول۔ رسول وہ ہوتے جن پہ کتاب نازل ہوتی ہے۔ جن کو کسی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ جن کی اطاعت فرض ہوتی ہے، اللہ کی بندگی کے بعد۔ یہ اہلِ کتاب کے سوال کے جواب میں نازل کی گئی سورۃ ہے۔ سوال یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں آباد تھے۔ تو یہ یہودی بنی اسرائیل، وہ مصر میں کیسے پہنچ گئے؟ جنہیں وہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نکال کر لے کر آئے۔ وجہ کیا تھی، پہنچے کیسے، کیا ماجرا تھا؟ یہ تاریخ کا یہ سوال تھا جو انہوں نے کیا جس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ یہ سورہ شروع ہوتی ہے پروفیٹ یوسف کے خواب سے۔ وہ گیارہ ستارے چاند اور سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس وقت ہی سمجھ آ گئی تھی کہ 11 ستارے وہ 11 بھائی ہیں اور چاند سورج یعنی ہم ماں باپ۔ مطلب یہ کہ ان کے بیٹے یوسف

علیہ السلام پر اللہ کا کوئی خاص معاملہ، اللہ کا کوئی فضل ہونے والا ہے۔ انہوں نے پروفیٹ یوسف سے کہا کہ اپنے بھائیوں کو کچھ مت بتانا کہ وہ کوئی سازش نہ کر لیں۔

حسد پیدا ہو سکتا تھا۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ نبوت کے لیے وہ چن لیے گئے تھے اور اللہ آپ کو سکھائے گا **تَأْوِيلِ ٱلْأَحَادِيثِ** اس کے 2 مطلب ہیں... خواب کی تعبیر اور کسی بات کی تہہ تک پہنچ جانا، اور تمام فرمائے گا تجھ پہ اپنی نعمت اور آلِ یعقوب پہ جیسے کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق پر فرمائی۔ آپ کا رب بہت علیم اور حکیم ہے۔ یہ جو واقعہ ہے وہ نشانی ہے سب کے لیے۔ جو پوچھ رہے ان کے لیے بھی اور ہم سب کے لیے بھی۔ اور جو طلبِ ہدایت کے لیے اس کو پڑھیں گے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ ان کے بھائی سمجھتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین اور پروفیٹ یوسف سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ہم 10 جوان ہیں اور محبت چھوٹے 2 سے زیادہ ہے، وہ یہ سوچتے تھے۔ ان کے بھائیوں نے حسد میں ان کے قتل کا ارادہ کیا یا تو ان کو قتل کر دیا جائے یا پھر کسی دور ملک میں پھینک دیا جائے۔ تاکہ جو پیار وہ یوسف علیہ السلام سے کرتے ہیں ان کو مل جائے۔ وہ یہ سب کر کے توبہ کر لینا چاہتے تھے۔ اندر ہی اندر ان کا دل ملامت کر رہا تھا۔ ان کے بھائی یہودا جو ان میں شریف النفس تھے بولے کہ ان کو قتل نہ کرو۔ انہی کے نام سے یہودی نکلا ہے۔ اور ان کو فلم میں ولن دکھایا گیا ہے اور ان کے بھائی لاوی میں یہ سب خیر کے معاملے والی صفت ڈالی گئی ہے۔ جب کہ حقیقت میں انہوں نے ہی کہا تھا کہ طاقچے میں ڈال آؤ۔ کیونکہ باقی ۹ ان کی بات نہیں ماننے والے تھے۔ یوسف کو کوئی قافلہ لے جائے گا۔ انہوں نے کہا اپنے بابا سے کہ آپ ہم پہ یوسف کے معاملے میں بھروسا کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کی خیر چاہتے ہیں آپ اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ انہوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کو بھیڑیا نہ کھا جائے اور تم لوگ اپنے کام میں مصروف ہو۔ آخر وہ ان کو لے کر جانے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت یوسف پر الہام ہوا کہ ایک

دن تم ان کو یہ بات جتلاؤ گے کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔ اللہ نے ان کو ایک لفظ ہی میں پوری کہانی بتا دی کہ یہ انجام نہیں ہے۔ کہانی مکمل تب ہو گی جب آپ ان کو یہ سب جتلاؤ گے۔ اور تب انہیں یہ علم بھی نہیں ہو گا کہ کون ان سے یہ بات کر رہا ہے۔ ان کے شام کو بھائی واپس گئے اور پروفیٹ یعقوب سے کہا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور سامان پڑا تھا وہاں ہم نے یوسف کو چھوڑ دیا تو ان کو بھیڑیا کھا گیا، مگر آپ ہماری بات نہیں مانیں گے۔ حضرت یعقوب نے صبر کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ وہ جو بیان کر رہے تھے ان پر وہ صرف اللہ سے ہی مدد مانگ سکتے تھے۔ ایک قافلہ آیا اور انہوں نے حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھ لیا کہ ان کو بیچ دیں گے۔ آخر انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر ان کو بیچ دیا۔ عزیز مصر نے ان کو خرید لیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ یہ آپ رکھ لو چاہے ہم ان کو بیچ دیں گے یا بیٹا بنا لیں گے۔ اللہ نے اس طرح ان کی تربیت کا سامان کیا۔ ان کو علم اور حکمت دونوں سے نوازا گیا اور عزیز مصر کی بیوی نے ان کو بہکانے کی کوشش کی، ان کو گناہ پہ آمادہ کرنا چاہا۔ حضرت یوسف نے اللہ کی پناہ طلب کی۔ اللہ نے انہیں اپنی کوئی نشانی دکھائی جس وجہ سے انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ تورات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوار پر ان کو حضرت یعقوب کی تصویر دکھائی گئی تھی کہ وہ اشارہ کر رہے تھے کہ باز رہنا۔ یہ بات سچ بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن میں بھی کہا گیا ہے کہ کوئی نشانی دکھائی گئی مگر کیا؟ یہ واضح نہیں... باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبکہ فلم میں یہ دکھایا گیا تھا کہ پروفیٹ یوسف کو زلیخا میں شیطان نظر آیا تھا۔ مطلب آپ یہ تو سمجھ گئے ہوں گے اب تک اس میں بہت ایڈیشن اور جھوٹ ہے۔ اللہ نے حقیقت میں حضرت یوسف کی حفاظت کی۔ وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے یہاں تک کہ ان کا کرتا پیچھے سے پھٹ گیا۔ اور انہوں نے دروازے کے پاس عزیز مصر کو پایا۔ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بدکاری کا الزام لگایا۔ خود پوچھ کہ یوسف کی کیا سزا ہونی چاہیے۔ کوئی دردناک عذاب دیا جائے یا جیل میں ڈال دیا جائے۔

حضرت یوسف نے کہا کہ انہوں نے مجھے گناہ پر آمادہ کیا تھا۔ زلیخا نام تورات میں آیا ہے۔اس کا ذکر کہیں بھی قرآنِ پاک میں نہیں۔ قرآن میں عزیز مصر کی بیوی کہا گیا ہے۔ کوئی اس وقت وہاں موجود تھا جو کہ عزیز مصر کی بیوی کا کوئی رشتہ دار تھا۔ ان کے رشتہ دار نے circumstantial evidence کی بات کی۔ انہوں نے گواہی دی کہ اگر کُرتا سامنے سے پھٹا ہے تو یوسف جھوٹے ہوتے اور اگر پیچھے تو عزیز کی بیوی ۔ فلم میں دکھایا گیا تھا کہ ایک بچہ جو بول بھی نہیں سکتا اس نے گواہی دی ہے۔ جبکہ قرآن میں ہے کہ ایک عادل رشتہ دار نے گواہی دی۔ ساتھ دروازے کھل گئے خود بخود ہاو کین آئی فورگیٹ دیٹ۔ اس کے بعد ہاتھ کاٹنے والا واقعہ فلم میں دکھایا گیا کہ ان سب نے ایک ساتھ ہاتھ کاٹ لیے حضرت یوسف کو دیکھ کر۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے سنا کہ سب باتیں بنا رہے ہیں کہ یہ غلام کی محبت میں گرفتار ہو گئی ہے۔ تو انہوں نے کچھ عورتوں کو بلایا اور ان کے آگے چھری اور پھل رکھے۔ ان میں سے کسی ایک کا ان کو دیکھ ہاتھ کٹ گیا جس پہ حضرت یوسف نے شاید ان کی مرہم پٹی کی جس کے بعد سب نے اپنے ہاتھ کاٹے کہ یہ معاملہ ان کے ساتھ بھی ہو اور آخر میں بولا کہ یہ کوئی انسان نہیں۔ یہ تو کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر عزیز مصر نے کہا یہ ہے وہ جس کے بارے میں تم لوگ کہہ رہے تھے۔ ہاں میں نے اس کو بہکانا چاہا مگر وہ آمادہ رہا یعنی انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ اور اگر یوسف نے اب بھی میری بات نہ مانی تو وہ قید میں رہے گا۔ حضرت یوسف نے دعا کی کہ مجھے ان کی چالوں سے زیادہ قید عزیز ہے۔ مجھے ان سے پناہ دے دے مجھے بچا لے کہیں میں بھی جاہلوں میں نہ ہو جاؤں۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ان کو بچا لیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد اپنی تفسیرِ قرآن میں فرماتے ہیں کہ پبلک سیفٹی کا معاملہ یہی تھا کہ ان کو قید میں ڈال دیا جائے کیونکہ وہ لوگ اپنی عورتوں کو تو نہیں سنبھال سکتے تھے۔ حضرت یوسف کی قید کے دوران 2 جوانوں کو اور ان کے ساتھ قید میں ڈالا گیا۔ ان دونوں نے خواب دیکھا اور حضرت یوسف سے تعبیر کی بات

کی ۔ حضرت یوسف نے وقت مانگنے کے ساتھ حق بات بھی کی۔ انہوں نے کہا یہ سب مجھے میرے رب نے سکھایا ہے اس میں میرا کچھ بھی نہیں۔

کہیں نا کہیں اگر آپ نے یہ مووی، ریلز یا کلپس دیکھی ہیں تو آپ جب بھی پروفیٹ یوسف کا نام لیتے ہوں گے تو آپ کے دماغ میں وہی مووی والا ایکٹر آتا ہو گا۔انسان کبھی کبھی حلال سمجھ کر بہت سے حرام کام کر بیٹھتا ہے۔ حضرت یوسف نے ان سے کہا میں وہ ملت اختیار کر چکا ہوں جو کہ میرے دادا ابراہیم، اسحاق اور میرے بابا یعقوب کی ہے۔ جیسے کچھ لوگ بائی برتھ مسلم ہوتے ہیں ان کو دین اس لیے ملا ہوتا کہ وہ باپ دادا کا دین ہے۔ اور جب انسان شعور کی عمر کو آتا ہے تو وہ پھر خود سمجھنا شروع کرتا ہے بائی فری ول بائی چوائس۔ حضرت یوسف ان قیدیوں کو یہ بیان کر رہے تھے میں نے بائی چوائس خود شعوری طور پر اس دین کو اختیار کیا ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ میرے آباؤ اجداد کا دین ہے بلکہ اس لیے کہ عقلِ سلیم میں یہی معقول ہے۔ ہمیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے اللہ نے ہم پہ بہت فضل کیا اور ہم سب کو اشرف المخلوقات بنایا اور ہم نے غلط معبود اختیار کر لیے۔اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ خود غور کرو کہ یہ اتنے بت جو ہم نے بنا رکھے ہیں وہ بہتر یا ایک خدا یعنی اللہ۔ وہ جو اکیلا ہے اور مکمل طور پر چھایا ہوا ہے۔ یہ صرف کچھ نام ہیں بتوں کے جو تم لوگوں نے رکھ لیے ہیں۔ اور تم سے پہلے نے بھی یعنی باپ دادا نے۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری۔ فیصلہ دینے کا اختیار صرف اللہ کا ہے۔ اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور یہ دین ہے جو سیدھا اور قائم و دائم ہے۔ مگر اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

ان دونوں قید کے ساتھیوں کی خواب کی تعبیر انہوں نے بتائی۔ ایک جس نے یہ دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے حضرت یوسف نے انہیں بتایا کہ تم اس الزام سے بری ہو جاؤ گے اور واپس اپنے عہدے پہ فائز ہو جاؤ گے۔ دوسرے کے خواب کے مطابق اس کو سولی کی سزا دی جائے گی اور پرندے اس کا سر

نوچ کھائیں گے۔ حضرت یوسف نے ان کو اپنے اپنے معاملے کا فیصلہ سنا دیا اور جس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ وہ واپس اپنے عہدے پہ فائز ہو گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا کہ ایک شخص ہے جو بے گناہ قید کیا گیا ہے۔اور شیطان نے اس شخص کو یہ بات بھلا دی کہ اس نے بادشاہ کے آگے یہ ذکر کرنا تھا۔ وہ کئی برس مزید جیل میں رہے۔ اب مصر میں ایک نئی حکومت قائم ہوئی تھی۔یہ خود عرب تھے۔ اور فراعنہ میں سے نہیں تھے۔ یہ ایک بھلا آدمی تھا۔ اس نے دربار میں اپنے دیکھے خواب کا ذکر کیا۔

7 موٹی گائے ہیں جن کو 7 ایسی گائے کھا گئی ہیں جو دبلی ہیں اور ساتھ بالیاں ہیں ہری اور 7 خشک۔ مجھے تعبیرِ خواب بتاؤ۔ اگر کوئی خواب کی تعبیر کے فن سے واقف ہے تو یہ کوئی پریشان حالت ہیں ان کی کوئی خاص تعبیر نہیں ہے۔ ایک خواب اللہ کی طرف سے ہوتے جو کہ سچے خواب ہوتے اور ایک خواب شیطان کی طرف سے جو جنات اس پہ الہام کرتے ہیں اور تیسری جو خیالاتِ انسانی پہ مبنی ہوتے جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا ۔ اس شخص کو جو حضرت یوسف کے ساتھ قید میں تھا حضرت یوسف یاد آ گئے۔ اس نے کہا میں یہ تعبیر بتا سکتا میں ایک بار قید خانے سے ہو آؤں۔ انہوں نے حضرت یوسف کو بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر کی کہ 7 سال خوشحالی کے ہوں گے اور فصل بہت اچھی ہو گی اور 7 سال خشک سالی کے سبب قحط پڑے گا۔ اور صرف تعبیر نہیں تدبیر بھی بتا رہے تھے کہ 7 سال صرف وہ اناج استعمال کرنا جو ضرورت کا ہو اور باقی کا سٹوں سمیت اندر محفوظ کر لینا اور جب قحط آئے تو ان سٹوں سے نکال کر اناج استعمال کر لینا۔ پھر ان سب کے بعد ایک سال آئے گا جس میں خوب بارشیں ہوں گی اور انگور کی فصل ہو گی۔ اور پھر بہت شراب کشید ہو گی۔ یہ سب سن بادشاہ نے کہا اس شخص کو میرے پاس لاؤ کہ اتنے ذہین انسان کو جیل میں نہیں بادشاہ کے ساتھ ان کا مشیر ہونا چاہیے۔ حضرت یوسف کے پاس جب ایلچے کو بھیجا گیا تو انہوں نے آنے سے منع کر

دیا اور کہا کہ اپنے بادشاہ سے جا کر پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟

یقیناً میرا رب ان کی چالوں سے واقف ہے۔ بادشاہ نے سب بیگمات کو طلب کر لیا اور معاملہ پوچھا۔ انہوں نے بولا کہ اس کی نیت میں کوئی برائی نہ تھی یہ ہم تھے جو غلطی پہ تھے۔ اس پہ عزیز مصر جن کا نام زلیخا مشہور ہے انہوں نے گواہی دی کہ اب تو حقیقت واضح ہو چکا ہے میں نے ہی بہکانا چاہا تھا وہ بالکل سچا ہے۔ اس لیے کہ حضرت یوسف جان لیں کہ انہوں نے ان کی غیر موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی۔ یہ سب کس کی زبان سے ادا ہوا اس کے بارے میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں۔ اور یہ کہ اللہ یقیناً خیانت کرنے والوں کو کامیاب نہیں کرتا۔ میں اپنے نفس سے بری قرار نہیں دیتی یقیناً وہ برائی کا حکم دیتا ہے۔نسوائے اس پہ جس پہ میرا رب رحم فرمائے۔ اس پہ ڈاکٹر اسرار فرماتے ہیں کہ:

اگر گزشتہ آیت میں نقل ہونے والے بیان کو عزیز مصر کی بیوی کا بیان مانا جائے تو اس صورت میں آیت زیر نظر بھی اس کے کلام کا تسلسل قرار پائے گی۔ جس کے تحت ہمارے بہت سے مفسرین اور قصہ گو حضرات نے مائی زلیخا کو ولی اللہ کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ اور کچھ بعید بھی نہیں کہ اس کا عشق مجازی وقت کے ساتھ ساتھ عشق حقیقی میں تبدیل ہو گیا ہو اور وہ حقیقی ہدایت پر آ گئی ہو۔ بہر حال جو لوگ اس بات کو درست تسلیم کرتے ہیں وہ ان آیات کا ترجمہ اسی طرح کرتے ہیں، کیونکہ اس نے اعتراف جرم کر کے توبہ کر لی تھی اور اس لحاظ سے مذکورہ مفسرین کا موقف یہ ہے کہ اعتراف گناہ سے لے کر آیت ۵۳ کے اختتام تک اسی کا بیان ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا موقف (جو دور حاضر کے زیادہ تر مفسرین نے اختیار کیا ہے) یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا بیان اس آیت پر ختم ہو گیا ہے : أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ) اور اس کے بعد

حضرت یوسف کا بیان نقل ہوا ہے۔ اس صورت میں آیت ۵۲ اور ۵۳ کا مفہوم یوں ہو گا کہ جب بادشاہ کی تفتیش کا روائی اور عزیز مصر کی بیوی کے برملا اعترافِ جرم کے بارے میں حضرت یوسف کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سب کچھ سے میرا یہ مقصود نہیں تھا کہ کسی کی عزت و ناموس کا پردہ چاک ہو بلکہ میں تو چاہتا تھا کہ عزیز یہ جان لے کہ اگر اس نے مجھے اپنے گھر میں عزت و اکرام سے رکھا تھا اور مجھ پر اعتماد کیا تھا تو میں نے بھی ان کی عدم موجودگی میں اس کی خیانت کر کے اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور میرا ایمان ہے کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو راہِ یاب نہیں کرتا۔ باقی میں خود کو بہت پارسا نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہوں کہ نفس انسانی تو انسان کو برائی پر ابھارتا ہی ہے اور اس کے حملے سے صرف وہی بچ سکتا ہے جس پر میرا رب اپنی خصوصی نظرِ رحمت فرمائے۔

یہی وہ قصہ ہے جس کی بنا پہ زلیخا کی محبت کو عظیم کر دیا گیا۔ اللہ اعلم کیا معاملہ ہے مگر زلیخا کو کبھی جوانی واپس نہیں دی گئی، نہ ہی ان کے انتظار کا کوئی ذکر قرآن میں آتا ہے۔نہ ہی یہ کہ ان کو حضرت یوسف کی زوجیت میں ڈال دیا گیا۔ اس کو ایسے سمجھا جا سکتا کہ جب ہم لوگ چائنیز وِسپر گیم جسے ٹیلیفون بھی کہا جاتا ہے۔

جس کو کھیلتے وقت ہم ایک لفظ یا کوئی سٹوری دیتے ہیں تو وہ ایک سے دوسرے کے پاس جاتی دوسرے سے تیسرے اور آہستہ آہستہ یا اس کا مطلب بدل جاتا ہے یا کہانی ٹوٹلی ہی یا وہ لفظ، اور پھر دینے والا ہنستا ہے کہ میں نے یہ بولا۔ اسی طرح ہر آنے والا شخص کہانی کو اپنا انداز دے دیتا ہے کیونکہ ہم سنی سنائی پر یقین رکھتے ہیں خود کھول کر نہیں دیکھتے۔

اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ جب بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کی سچائی، پاکیزگی، عقل اور امانت داری کو اچھی طرح جان لیا تو اس نے انہیں اپنے قریب کر لیا اور کہا کہ آج سے آپ ہمارے نزدیک بڑے معزز

اور قابلِ اعتماد ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے حالات کو سمجھتے ہوئے ملک کے خزانوں اور غلے کے انتظام کی ذمہ داری مانگی، کیونکہ آنے والے وقت میں قحط پڑنے والا تھا اور اس کے لیے مضبوط منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں اس کام کے لیے اس لیے موزوں ہوں کیونکہ میں امانت کی حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام کا علم بھی رکھتا ہوں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص واقعی اہل، دیانت دار اور لوگوں کی بھلائی چاہنے والا ہو تو وہ ذمہ داری لینے کے لیے آگے آ سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو مصر میں بڑا مقام، اختیار اور عزت عطا فرمائی، تاکہ وہ جہاں مناسب سمجھیں رہیں اور ملک کے معاملات کو بہتر طریقے سے سنبھالیں۔ یہ دراصل ان کے صبر، تقویٰ، پاک دامنی اور اللہ پر بھروسے کا انعام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ نیک لوگوں کی محنت کبھی ضائع نہیں کرتا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اگرچہ دنیا میں عزت، اقتدار اور کامیابی بڑی نعمت ہے، مگر آخرت کا اجر اس سے کہیں زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ جب بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو مصر کے خزانے اور اناج کے انتظام کی ذمہ داری دی، تو حضرت یوسفؑ نے فوراً بہت سمجھداری سے کام شروع کیا۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ پہلے سات سال خوشحالی کے ہوں گے، اس لیے ان سالوں میں بہت زیادہ فصلیں پیدا ہوں گی، لیکن اس کے بعد سات سال سخت قحط آئے گا۔ اسی لیے حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ اچھے دنوں میں زیادہ سے زیادہ اناج جمع کیا جائے اور اسے احتیاط سے محفوظ رکھا جائے۔ لوگ اپنی ضرورت کے مطابق تھوڑا استعمال کرتے اور باقی حکومت کے گوداموں میں جمع کرا دیتے۔ اس طرح کئی سال تک اناج محفوظ ہوتا رہا اور پورے ملک میں بڑے بڑے گودام بھر گئے۔ پھر جب قحط کا زمانہ شروع ہوا تو مصر کے ساتھ آس پاس کے علاقوں میں بھی خوراک کی کمی ہو گئی۔ لوگ پریشان ہونے لگے اور کھانے کے لیے مصر آنے لگے، کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ وہاں اناج محفوظ ہے۔ حضرت یوسفؑ نے نہایت انصاف اور حکمت کے ساتھ اناج تقسیم کیا تاکہ سب کو ضرورت کے مطابق ملے اور کوئی ذخیرہ ضائع نہ ہو۔ انہوں نے ایسا مضبوط نظام

بنایا کہ ایک خاندان کو ایک وقت میں محدود مقدار دی جاتی تھی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک خوراک پہنچ سکے۔ اسی دوران کنعان میں بھی قحط پڑ گیا، جہاں حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹے رہتے تھے۔ وہاں بھی خوراک کی سخت کمی ہو گئی، اس لیے حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا تاکہ وہ وہاں سے اناج لے آئیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر کے مطابق وہ وقت قریب آ گیا جب حضرت یوسفؑ کے بھائی، جنہوں نے کبھی انہیں کنویں میں ڈالا تھا، اب خود ضرورت مند بن کر انہی کے سامنے آنے والے تھے۔ یہ سب حضرت یوسفؑ کے صبر، عقل، دیانت داری اور اللہ پر بھروسے کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے انہیں ایک قیدی سے پورے ملک کا مددگار اور لوگوں کی جان بچانے والا بنا دیا۔

اگر دل سے پڑھا جائے تو یہ قصہ آپ کو آنسو کا تحفہ دیے بغیر نہیں ختم ہوتا۔میں قرآن کے رائٹنگ اسٹائل سے بہت انسپائر ہوتی ہوں۔ اللہ جن لفظوں میں بیان کرتا ہے اس سے زیادہ پیارے انداز میں یا الفاظ میں یہ کوئی نہیں بیان کر سکتا۔اس کا ایک ایک لفظ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اللہ بہت حکیم ہے اور علیم بھی۔چیہ وہی اللہ ہے جس نے آپ کی کہانی بھی لکھی ہے۔اگر آپ یوسف بنو گے تو رب آپ کے لیے بھی رحم کا معاملہ کرے گا۔اس کو پانے کے لئے اپنے میں سے "میں" ختم کرنی پڑتی ہے اور طلبگار بننا پڑتا ہے، یقین کا، ایمان کا۔ اور اس کے ہر فیصلے پہ سر جھکانا پڑتا ہے۔ ہر طاقچہ انجام نہیں ہوتا وہ شروعات بھی ہو سکتی ہے اس حسین کہانی کی جس میں آپ کی نعمت اور آزمائش دونوں ہیں۔ اس دنیا میں ہیپیلی ایور آفٹر نہیں ہوتا یہ صرف آخرت میں ہو سکتا ہے جب ہمارے اعمال نامے ہماری رائٹ ہینڈ میں دیے جائیں گے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائی مصر پہنچے اور غلہ لینے کے لیے دربار میں حاضر ہوئے۔ جب وہ حضرت یوسفؑ کے سامنے آئے تو حضرت یوسفؑ نے انہیں فوراً پہچان لیا، کیونکہ یہ وہی بھائی تھے جنہوں نے بچپن میں انہیں کنویں میں ڈال دیا تھا، لیکن بھائی انہیں نہ پہچان سکے، کیونکہ اب حضرت یوسفؑ ایک بڑے حاکم کی شان

میں تھے، اور برسوں گزر چکے تھے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کے ساتھ نہایت عزت اور حکمت سے بات کی، ان کے لیے غلہ تیار کروایا اور ان کے حالات معلوم کیے۔ گفتگو کے دوران انہیں پتا چلا کہ ان کا ایک اور سگا بھائی بھی ہے، یعنی بنیامین، جو اس سفر میں ساتھ نہیں آیا۔ تب حضرت یوسفؑ نے بڑی دانائی سے فرمایا کہ اگلی بار جب تم آؤ تو اپنے اس بھائی کو بھی ساتھ لانا۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور بہترین مہمان نوازی کرتا ہوں؟ لیکن اگر اگلی بار تم اپنے اس بھائی کو ساتھ نہ لائے تو پھر نہ تمہیں میرے پاس غلہ ملے گا اور نہ ہی تم میرے قریب آ سکو گے۔ بھائیوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے والد صاحب کو راضی کرنے کی پوری کوشش کریں گے اور ضرور اسے ساتھ لانے کی کوشش کریں گے۔ حضرت یوسفؑ نے دل میں ایک منصوبہ بنایا، کیونکہ وہ اپنے بھائی بنیامین کو دیکھنا چاہتے تھے اور اپنے والد حضرت یعقوبؑ کی خبر بھی لینا چاہتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے خادموں سے کہا کہ ان بھائیوں نے غلے کے بدلے جو رقم یا سامان دیا ہے، وہ چپکے سے انہی کے سامان میں واپس رکھ دو، تاکہ جب یہ لوگ گھر پہنچ کر اپنا سامان کھولیں تو انہیں معلوم ہو کہ ان کی قیمت واپس کر دی گئی ہے۔ اس سے وہ خوش ہوں گے، دوبارہ مصر آنے میں رغبت محسوس کریں گے، اور ممکن ہے کہ اگلی بار اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لے آئیں۔ اس طرح حضرت یوسفؑ نے نہایت حکمت، صبر اور نرمی کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ معاملہ کیا، اور اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کے مطابق وہ وقت قریب آنے لگا جب بچھڑا ہوا خاندان دوبارہ ملنے والا تھا۔

پھر انہوں نے کہا کہ ہم سے ایک حصہ روک لیا گیا اس لیے اگلی بار بنیامین کو بھی ہمارے ساتھ بھیجیے گا۔ ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تم لوگوں پہ یقین کروں جیسے کہ میں نے یوسف کے معاملے میں کیا تھا۔ صرف اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہی رحم کرنے والا ہے۔ جب انہوں نے کہا کہ ان کا مال بھی لوٹا دیا گیا ہے۔ ہم جائیں گے پھر غلہ لے کر آئیں

گے۔ ہم 10 ہیں اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور حصہ مزید حاصل کریں گے اور خیر سے واپس آ جائیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں کسی صورت نہیں بھیجوں گا اس کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ تم اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہر حال میں واپس لاؤ گے سوائے اس صورت کے تم سب گھیر میں لے لیے جاؤ۔ انہوں نے جب قسم کھا لی تو حضرت یعقوب علیہ السلام بولے اس پہ اللہ نگہبان ہے اب۔کسی ایک دروازے سے داخل نہ ہونا لوگوں میں 10-11 بھائی دیکھ کوئی حسد بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے الگ الگ باب سے داخل ہونا۔ جو اللہ کی طرف سے وہ تو ہو کر رہتا ہے مگر احتیاط ضروری ہے۔ وہ صاحبِ علم تھے اور جو علم اللہ نے ان کو دیا تھا جو خیال ان کے دل میں آیا وہ تدبیر انہوں نے ان سب کو بتا دی۔ اب وہ پھر سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے بنیامین کو اپنے پاس بلا کر اپنی آئیڈینٹیٹی بھی بتا دی۔ اب کوئی رنج و غم نہیں اب کی بار جب ان کا سامان تیار کیا گیا تو ایک سونے کا پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔ اب قافلہ جب چلا تو بولا گیا کہ تم لوگ تو چور ہو۔ ان بھائیوں نے پوچھا تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ بادشاہ کا جام... اور جو اس کو لے کر آئے گا مزید اناج ملے گا انعام کے طور پہ۔ اس پہ وہ بولے ہم مصیبت کے مارے ہیں ہم یہاں فساد ڈالنے نہیں آئے ہم چوری کیوں کریں گے؟ ہم ہرگز چور نہیں ہیں۔

اور اگر تم لوگوں میں سے کسی کے سامان میں سے مل گیا تو کیا ہونا چاہیے۔ وہ بولے اگر ہمارے سامان میں سے ملا تو اس شخص کو اپنے پاس رکھ لینا۔ یہ وہ تاوان ہے جو ادا ہو جائے گا۔ یہی بدلہ ہے وہ غلام بن جائے گا۔ جب تلاشی لی گئی تو وہ بنیامین کے سامان میں سے ملا۔ اللہ نے یہ چال خود یوسف علیہ السلام کو بتائی تھی۔ اس کی ذمہ داری خود اللہ نے لی تھی۔ وہ اس تدبیر کے بنا بادشاہی نظام میں اپنے بھائی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور اللہ جانتا تھا کہ اس سے کچھ برا نہیں ہو گا۔ ہر صاحبِ علم پر ایک اور صاحبِ علم ہے اور سب سے بڑا علیم اللہ خود ہے۔ ان کے بھائی بولے کہ اس نے چوری کی ہے

تو اس کا ایک بھائی اور تھا یوسف اس نے بھی چوری کی تھی۔ یہ دونوں بھائی ایسے ہی ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے ان پہ یہ بات ظاہر نہ ہونے دی مگر دل میں بولے کہ تم ہو بدترین لوگ اور اللہ ان سب کی حقیقت سے خوب واقف ہے۔اب ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے کیا وعدہ یاد آیا انہوں نے بولا کہ ان کے والد بہت بزرگ ہیں اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں۔اس کو جانے دیں۔ آپ بہت نیک انسان ہیں۔ اگر میں کسی کو ناحق رکھوں گا تو اس صورت میں ظالم ہو جاؤں گا۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو ان میں سے یہودا بولے یاد رکھو اللہ کے نام کا عہد لیا ہوا ہے۔ اور کتنا ظلم کیا تھا یوسف علیہ السلام کے معاملے میں۔

اب تو میں اس زمین سے نہیں جانے والا جب تک کہ والد مجھے خود طلب نہ کر لیں۔یا پھر اللہ ہی کوئی بہتر فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔جاؤ لوٹ جاؤ والد کے پاس اور کہو کہ بنیامین نے چوری کی ہے۔ ہم وہی کہہ رہے ہیں جس کے بارے میں علم ہے ہم غیب کا علم نہیں جانتے۔آپ ان بستی والوں سے بھی پوچھ سکتے ہیں اور قافلے سے بھی گواہی لے سکتے ہیں ہم جو بول رہے ہیں سچ بول رہے ہیں۔ حضرت یعقوب نے پھر صبرِ جمیل کا مظاہرہ کر کے اس بات کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ اللہ نے یہ علم حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نہ فوت ہوئے ہیں نہ ہلاک۔ کہاں تھے یہ پتہ نہیں تھا۔ یہ توقع تھی کہ وہ مل جائیں گے واپس۔ اسی محبت کی وجہ سے رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں، بینائی چلی گئی تھی مگر ان کو یقین تھا کہ ایک دن ان کو ان کا یوسف واپس مل جائے گا۔ انہوں نے بولا یقیناً اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا وہ جاننے والا اور حکیم ہے۔ اور پھر وہ رو رہے تھے۔ ان کے بیٹوں نے کہا کہ آپ یوسف کو یاد ہی کرتے رہیں گے یا اس حالت میں گل ہو جائیں گے یا فوت۔ حضرت یعقوب نے ایسے الفاظ کہے ہر وہ شخص جو کسی درد میں مبتلا ہے اور اس کو لوگ آمادہ کر رہے کہ تم غلطی پہ ہو اور اگر وہ اس کا ذکر صرف اپنے رب سے کرتا ہے تو

وہ اس کے لیے کافی ہے۔ وہ بولے کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اپنے رب سے کرتا ہوں۔ یہ لفظ جو درد خود میں سمیٹے ہوئے ہیں یہ وہی باپ جان سکتا ہے کہ جس کی اولاد گم گئی ہو اور وہ واقف نہ ہو کہ وہ کس حالت میں ہے۔چمرنے والے پہ صبر آ جاتا مگر اگر یہ معلوم نہ ہو کہ آپ کا اپنا کس درد میں ہے تو اس پہ چین نہ آنا فطری سی بات ہے۔ ہمارے یہاں یہ جملہ بہت بولا جاتا ہے کہ وہ نبی تھے، وہ کر سکتے تھے۔ مگر نبی انسان ہی ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان کو ہر ایموشنز کے ساتھ پیدا کیا ہوتا ہے۔ ہیں تو انسان ہی نا۔ اس لیے آپ کو ایک انسان کی مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ کوئی فرشتوں کی بات نہیں ہو رہی اور ہاں اگر فرشتوں کی ہوتی تو کہتے وہ فرشتے ہم انسان ہم کیسے کر سکتے۔ کچھ لوگ یہ سیم انداز نبیوں پہ استعمال کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ ہمیں مثالیں دی گئی ان لوگوں کی جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے خاص کی۔ انہوں نے اللہ کی مانی۔ ہم اللہ کو مانتے ہیں مگر اس کی کہی باتوں پہ عمل نہیں کرتے۔ یہ فرق ہے ہماری بندگی میں۔ حضرت یعقوب کے یہی بولے الفاظ حضرت محمد ﷺ نے طائف میں بولے تھے۔

"اے اللہ! میں تیری جناب فریاد لے کر آیا ہوں اپنی قوت کی کمزوری اور اپنے وسائل کی کمی کی اور لوگوں کے سامنے میری جو توہین ہو رہی ہے اس کی۔ اے اللہ! تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے؟"

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

"اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم لوگ نہیں جانتے یعنی اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم سے میں جانتا ہوں کہ یوسف زندہ ہیں فوت نہیں ہوئے۔"

"یوسف کو بھی اور ان کے بھائی کو بھی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس صرف کافر ہوتے ہیں، اہلِ ایمان نہیں۔"

اگلے سال جب وہ حضرت یوسف کے پاس آئے اور کہا ہم پر بہت سختی آ گئی ہے۔ اب ہم خالی ہاتھ حاضر ہوئے ہیں، قحط کی وجہ سے سب ختم ہو چکا ہے۔ اب ہم خیرات و صدقے کے مستحق ہو چکے ہیں۔ یقیناً اللہ صدقہ دینے والے کو پسند کرتا ہے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام بولے کہ تمہیں یاد ہے کہ تم نے کیا کیا تھا یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ۔ یہ وہ وقت تھا جس کا اشارہ اللہ نے حضرت یوسف کو تب دیا تھا جب وہ کنویں میں پھینکے گئے تھے کہ تم اپنے بھائیوں کو جتلاؤ گے اور ایسی صورتِ حال ہو گی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی۔ ان بھائیوں نے پوچھا کہ کیا آپ یوسف ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا ہاں، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بہت احسان کیا اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ان کے بھائ بولے یقیناً اللہ نے ہم پر آپ کو پسند کیا ہے اور ہم خطاکار تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔

یہ اس قدر معمولی بات نہیں تھی جسے اس ایک فقرے میں ختم کر دیا جاتا مگر حضرت یوسف کی شخصیت کے اخلاق کی عظمت کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنے ان خطا کار بھائیوں کو فوراً غیر مشروط طور پر معاف کر دیا۔

یہاں یہ بات نبی پاک ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے مخالفین، جن کے جرائم کی فہرست بڑی طویل اور سنگین تھی، کو معاف کرتے ہوئے حضرت یوسفؑ کے اس قول کا تذکرہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: (أَنَا أَقُولُ كَمَا قَالَ أَخِي يُوسُفُ: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ) میں آج (تمہارے بارے میں) وہی کہوں گا جو میرے بھائی حضرت یوسفؑ نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا: (جاؤ) تم پر آج کوئی گرفت نہیں ہے!

يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

اللہ تم کو معاف کرے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

"تم میری قمیض لے جاؤ اور (جا کر) اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، آپ کی بصارت لوٹ آئے گی۔

اور تم لے آؤ میرے پاس اپنے تمام اہلِ خانہ کو۔"

جب قافلہ چلا مصر سے تو ان کے والد نے فرمایا:

"مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم لوگ یہ نہ کہو کہ میں سٹھیا گیا ہوں۔"

یہاں پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ جونہی حضرت یوسفؑ کی قمیض لے کر قافلہ مصر سے چلا، اس لمحے کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی خوشبو پہنچ گئی۔ مگر اس سے پہلے ایک طویل عرصے تک آپ نے اپنے بیٹے کے ہجر میں رو رو کر اپنی آنکھیں سفید کر لیں، مگر یہ خوشبو نہیں آئی۔ اس سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ کوئی نبی ہو یا ولی، کسی معجزے یا کرامت کا ظہور کسی بھی شخصیت کا ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ وہ جس کو جس وقت جو علم چاہے عطا فرما دے یا اس کے ہاتھوں جو چاہے دکھا دے۔ جیسے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو مسجد نبوی میں خطبہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے شام کے علاقے میں واقع اس میدانِ جنگ کا نقشہ دکھا دیا جہاں اُس وقت اسلامی افواج برسرِ پیکار تھیں، اور آپؓ نے فوج کے کمانڈر ساریہ کو ایک حربی تدبیر اختیار کرنے کی بآوازِ بلند تلقین فرمائی۔ جناب ساریہ نے میدانِ جنگ میں حضرت عمرؓ کی آواز سنی اور آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمرؓ کو اختیار تھا کہ جب چاہتے ایسا منظر دیکھ لیتے۔

حضرت یعقوب کو گھر والوں نے کہا:

"اللہ کی قسم! آپ تو اپنے اسی پرانے خبط ہی میں مبتلا ہیں۔"

آپ کو شروع ہی سے یہ وہم ہے کہ یوسف زندہ ہے اور آپ کو اس کے دوبارہ ملنے کا یقین ہے۔ یہ آپ کے ذہن پر اس وہم کے غلبے کا اثر ہے جو آپ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ وہی پرانے خیالات یوسف کی خوشبو بن کر آپ کے دماغ میں آ رہے ہیں۔

نبی ہو یا عام انسان، ہر شخص تکلیف دینے والے جملوں کا شکار ہوتا ہے۔ یقین نہ کرنے والے نبی کی باتوں کا بھی یقین نہیں کرتے، آپ تو پھر عام بشر ہیں۔ جب دل کو محسوس ہو کچھ اور، اور دل کا تعلق اللہ سے ہو، تو یقین کریں وہ دوستِ اللہ ولی ہوتا ہے۔ ولی کا مطلب دوست ہوتا ہے۔ اللہ کا دوست، یہی عام دل بھی الہام پاتے ہیں۔ یعنی کوئی ایسی بات کو اللہ آپ کے دل میں ڈال دے، سب کہیں کہ نہیں ہو گا اور آپ کہو میرا دل کہتا ہے ہو گا۔

اس کے بعد جب آیا بشارت دینے والا اور اُس نے ڈالا اس **(قمیض) کو یعقوب کے چہرے پر تو آپ پھر سے ہو گئے دیکھنے والے۔**

یوسف کی قمیض چہرے پر ڈالتے ہی، حضرت یعقوب کی بصارت لوٹ آئی۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے سامنے زندگی کا سب سے اندوہناک غم بھی حضرت یوسفؑ کے کرتے ہی کی صورت میں سامنے آیا تھا جب ان کے بھائیوں نے اس پر خون لگا کر ان کے سامنے پیش کر دیا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، اور اب زندگی کی سب سے بڑی خوشی بھی یوسف کے کرتے ہی کی صورت میں نمودار ہوگئی۔

آپ نے فرمایا: "کیا میں تم سے کہتا نہ تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جو تم نہیں جانتے؟"

انہوں نے کہا: "ابا جان! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کیجیے، یقیناً ہم ہی خطاکار تھے۔"

آپ نے فرمایا: "عنقریب میں مغفرت طلب کروں گا تمہارے لیے اپنے رب سے، یقیناً وہی ہے بخشش والا، بہت رحم کرنے والا۔"

آپ نے فوری طور پر ان کے لیے استغفار نہیں کیا بلکہ وعدہ کیا کہ میں عنقریب تم لوگوں کے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اپنے بیٹوں کے بارے میں آپ کے دل میں رنج اور غصہ برقرار تھا۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ میں یوسف سے مل کر ساری تفصیلات معلوم کروں گا، اس کے بعد جب تمام معاملات کی صفائی ہو جائے گی تو پھر میں اپنے رب سے ان کے لیے معافی کی درخواست کروں گا۔

پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو۔ کنعان سے چل کر بنی اسرائیل کا یہ پورا خاندان جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر پہنچا تو آپ نے خصوصی اعزاز کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اپنے والدین کو اپنے پاس امتیازی نشستیں پیش کیں۔

اور کہا کہ اب آپ لوگ مصر میں داخل ہو جائیں، اللہ نے چاہا تو پورے امن و چین کے ساتھ (یہاں رہیں)۔

اب آپ لوگوں کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ اگر اللہ نے چاہا تو یہاں آپ کے لیے امن و چین اور سکون و راحت ہی ہے۔

اور آپ نے اپنے والدین کو اونچے تخت پر بٹھایا اور وہ سب کے سب یوسف کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

یہ سجدہ تعظیمی تھا جو پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ شریعتِ محمدی میں جہاں دین کی تکمیل ہوگئی وہاں توحید کا معاملہ بھی آخری درجے میں تکمیل کو پہنچا دیا گیا۔ چنانچہ یہ سجدۂ تعظیمی اب حرامِ مطلق ہے۔ جو لوگ رہے بزرگوں یا قبروں کو سجدہ کرتے ہیں وہ صریح شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سابقہ انبیاء کرامؑ کے حالات و واقعات سے آج اس کے لیے کوئی دلیل اخذ کرنا قطعاً درست نہیں۔

اور پھر یوسف نے کہا: "ابا جان! یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو میں نے پہلے بچپن میں دیکھا تھا۔"

حضرت یوسفؑ کے اس خواب کا ذکر آیت میں ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ اس میں گیارہ بھائی ستاروں کی مانند جبکہ والدین سورج اور چاند کے حکم میں ہیں۔

"میرے رب نے اس کو سچا کر دکھایا۔ اور اُس نے مجھ پر بہت احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکلوایا اور آپ لوگوں کو (یہاں) لے آیا صحرا سے۔ آپ لوگوں کو صحرا کی پُرمشقت زندگی سے نجات دلا کر یہاں مصر کے متمدن اور ترقی یافتہ ماحول میں پہنچا دیا، جہاں زندگی کی ہر سہولت میسر ہے۔ اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان دشمنی ڈال دی تھی۔

یقینا میرا رب غیر محسوس طور پر تدبیر کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ یقیناً وہی ہے ہر شے کا علم رکھنے والا حکمت والا۔"

حضرت یوسف اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں:

"اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت بھی عطا کی ہے اور مجھے خوابوں کی تعبیر (یا معاملہ فہمی) کا علم بھی سکھایا ہے۔"

"اے وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں ب"ی ۔"

"مجھے وفات دیجیو فرمانبرداری کی حالت میں اور مجھے شامل کر دیجیو اپنے صالح بندوں میں "

"یہ ہے غیب کی خبروں میں سے جو ہم وحی کرتے ہیں (اے محمد آپ کی طرف)۔"

"اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب انہوں نے اتفاق رائے کیا تھا اپنے معاملے پر اور جب وہ لوگ سازش کر رہے تھے ۔ اور بہت سے لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں چاہے آپ کتنی ہی خواہش رکھیں۔"

ان منکرین حق نے اپنی طر سے ایک سوال کیا تھا ہم نے اس کا مفصل جواب دے دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس قدر عمدہ اور خوبصورت جواب پا کر وہ لوگ ایمان بھی لے آئیں گے۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا ۔ ان میں سے اکثر لوگ آپ کی شدید خواہش کے باوجود بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

انسان کسی کو ہدایت کی دعوت کر تو سکتا ہے، اس کے بعد اس کے بدلنے کی دعا بھی کر سکتا ہے۔ مگر اس کے نتیجہ کیا ہو گا یہ آپ پہلے متعین نہیں کر سکتے۔ اس لیے اللہ نے انسان پر نتیجے کا بوجھ ڈالا ہی نہیں۔ انسان کے ہاتھ میں صرف کوشش ہے۔ اور آخری فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر سزا اس دنیا میں نہیں مل سکتی، جیسے ہر جزا اس دنیا میں نہیں مل سکتی۔ دنیا کے وقتی بادشاہ الگ ہیں مگر آخرت کا حکیم صرف اللہ ہے۔ ظلم ناحق اس جہاں میں ممکن ہے مگر اُس میں نہیں۔

یہ لوگ زمین و آسمان کی وسعتوں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں کو بار بار دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ان سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

شرک کا معاملہ ان لوگوں کا تو بالکل واضح ہے جو ایک اللہ کے ساتھ بے شمار دوسرے معبودوں پر ایمان رکھتے ہیں اور مختلف ناموں سے اُن کی پوجا کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خود کو موحد سمجھتے ہیں اور اپنے خیال میں وہ امکانی حد تک موحد ہوتے بھی ہیں بسا اوقات غیر شعوری طور پر وہ بھی کسی نہ کسی نوع کے شرک میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اس صورت حال کو سمجھنے کے لیے بڑی گہری بصیرت کی ضرورت ہے اور ایسی بصیرت اور ایسا علم حاصل کرنا ہر صاحب شعور مسلمان پر فرض ہے تاکہ وہ خود کو اس مہلک اور تباہ کن گناہ سے بچا سکے۔

شرک کو قرآن مجید میں بدترین گناہ اور سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء میں وہ آیت دو مرتبہ آئی ہے جس میں شرک کا ارتکاب کرنے والے فرد کے لیے معافی اور مغفرت کے کسی بھی امکان کو سختی سے رد کر دیا۔

ان (سابقہ اقوام) کے واقعات میں ہوش مند لوگوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے کہ گھڑ لیا گیا ہو بلکہ یہ تو تصدیق کرتے ہوئے آیا ہے اُس کی جو اس سے پہلے موجود ہے۔

یعنی یہ واقعات تورات میں بھی ہیں اور قرآن انہی واقعات کی تصدیق کر رہا ہے۔ حضرت یوسف کے قصے کے سلسلے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بہت عمدگی کے ساتھ تورات اور قرآن کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے حسنِ بیان اور اس کے حکیمانہ انداز کا معیار اس قدر بلند ہے کہ تورات میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تورات تو گم ہو گئی تھی۔ بعد میں حافظے کی مدد سے جو تحریر میں مرتب کی گئیں ان میں ظاہر ہے وہ معیار تو پیدا نہیں ہو سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تورات میں تھا۔

قرآن میں تفصیل ہے ہر چیز کی ہدایت اور رحمت ہے، اُن لوگوں کے لیے جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی وہ علم اور وہ رہنمائی جو اس دنیا میں انسان کے لیے ضروری ہے، سب کچھ اس قرآن میں موجود ہے۔

نوال عامر کی اُس ہائی لائٹ کی ہوئی لائنز نے میری زندگی کی لائنز بدل دی۔ میں نے اپنے ملے شاک کو کم کرنے کے لیے ہر اُس شخص کو شاک دیا جو یہ سمجھتا تھا کہ یہ اسٹوری ایسی ہے کہ یہ کائنڈ آف لو اسٹوری بھی ہے اور جوانی کا واپس آنا بھی، اور ہر وہ مس کنسپشن جو میں پہلے لکھ چکی ہوں، پہلے اپنی بہن کو پھر اقصیٰ عبد الستار کو، آہستہ آہستہ اِس کی فہرست لمبی ہوتی گئی۔ جب مریم ارشد سے لڑائی ختم ہوئی تو اُس کو بھی اپنا شاک سنایا۔ طعنے تو بنتے تھے، روسٹ بھی بنتا تھا بلکہ ٹوسٹ بھی بنتا تھا۔ مریم نے کہا میں تو پہلے کہہ رہی تھی تم دونوں سننے کو تیار نہ تھے، اس لیے میں خاموش ہو گئی کہ خود ہی ایک دن جواب مل جائے گا۔ زندگی میں آپ کا سرکل اچھا ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ پروفیٹ محمد ﷺ فرماتے ہیں:

"انسان اپنے دوست کے دین (طریقے) پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے

کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔"

سنن ابی داؤد حدیث نمبر 4833

جامع الترمذی حدیث نمبر 2378

یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ:

- انسان اپنے دوستوں سے بہت اثر لیتا ہے۔
- اچھے دوست انسان کو اچھا بناتے ہیں۔

• برے دوست انسان کو غلط راستے پر لے جا سکتے ہیں۔

جب یہ چاروں یہ پڑھیں گی تو میں صرف ایک چیز کہنا چاہتی ہوں کہ تم سب میری زندگی کی وہ خیر ہو جو میرے رب نے میرے لیے چنی ہے۔ مجھے لگتا ہے تم سب کو اللہ نے میرے لیے پسند کیا تھا۔ شاید میں خود پسند کرتی تو اتنا بہتر انتخاب نہ ہوتا۔ جزاک اللہ فار آلویز گائیڈنگ می۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا واقعہ ان کے خواب کے پورے ہونے اور دعا کرنے کے بعد مکمل ہو جاتا۔ قرآن میں کہیں بھی ان کے بچوں کا یا ازدواجی زندگی کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ زلیخا ان کی بیوی تھی، نہ ان کو جوانی واپس دی گئی۔ نہ کسی چند ماہ کے بچے نے گواہی دی، نہ وہ دروازے جنہیں کہا گیا تھا کہ وہ 7 ہیں اور خود بخود کھلے، سچ تھا۔ نہ ہی یہودا کا برا ہونا سچ تھا۔ اس لیے سنی سنائی پر یقین مت کریں۔ اگر اب بھی میری طرح بغیر پروف کے بات نہیں مانتے تو میں کہوں گی کہ ایک بار ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی تفسیرِ سورۃ یوسف سنیں۔ اللہ خود کہتا ہے اس میں نشانیاں ہیں، وہ ہر پڑھنے والے اور ہر یقین کرنے والے پر اپنے الگ راز کھولتا ہے۔ ہو سکتا ہے جو مجھے نہ ملا وہ آپ کو مل جائے۔ ہو سکتا ہے جس مشکل میں آپ مبتلا ہیں آپ کو اِس سورۃ میں اُس کا جواب مل جائے۔ میں مانتی ہوں خواب کئی سال بعد بھی سچ ہو سکتے ہیں، وہ جس کو خاص کر لے اُس کو اُس کی راہ میں قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ مثال بننے کے لیے ایک دردناک زندگی بھی جینی پڑتی ہے جس کا انجام خوبصورت ہوتا ہے۔ مثال ہمیشہ اپنے خاص لوگوں کی دی جاتی ہے۔ ٹیچرز ہمیشہ بچپن میں اگزامپلز میں اپنے فیورٹ سٹوڈنٹ کا نام لکھتی تھیں۔ اللہ بھی اپنے فیورٹ کے لیے ہی مشکلیں لکھتا ہے، صرف ہمیں لگتا ہے ہم وہاں سے گزر نہیں سکتے۔ اللہ پہلے ہی جانتا ہے میرا بندہ یہاں سے گزر کر ایک مثال بن جائے گا۔ ہر واقعہ جیسے آپ اپنی زندگی کا ورسٹ پارٹ سمجھتے ہو، آپ کے حق کی خیر ہوتا ہے۔ جیسے اگر پھر حضرت یوسف کے باپ سے بچھڑ جانا دیکھیں تو اُس میں کوئی خیر نہیں نظر آئے گی، مگر اب جب کہانی کو مکمل دیکھیں گے تو سمجھیں

گے اِس کے بغیر خیر نہیں آ سکتی تھی۔ وہ مقام جس پہ یوسف کو فائز کیا گیا، وہ بغیر ان کے غلام بنے یا بغیر قید میں جائے، ان کو مل ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ پرفیکٹ پلان تھا، یہ اُس اللہ کی لکھی پرفیکٹ کہانی تھی۔ ایسے ہی اُس نے آپ کی اور میری کہانی لکھی ہے۔ میری زندگی کے کچھ سال پہلے مجھے بھی کچھ ایسا لگا تھا، مگر وہ سال نہ ہوتے تو آج میں یہاں نہ ہوتی، نہ میں لکھ رہی ہوتی اور نہ آپ پڑھ رہے ہوتے۔ اب وہ سال مجھے درد نہیں دیتے، اب وہ اللہ کا پرفیکٹ پلان لگتے ہیں۔

وہ آن کہیں

وہ آنکھیں

اس کہانی میں شامل تمام غزلیں اور اشعار میری ذاتی تخلیق ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکی ہوں، میری ہر کہانی میں پیش کی جانے والی شاعری مکمل طور پر میری اپنی لکھی ہوئی ہوتی ہے اور یہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔

نصیب کا لکھا بے مثال تھا

لکھا جس نے تھا کمال تھا

جو قبول کرے اسے بن روئے وہ شخص بہت کمال تھا

کہیں بارش، کہیں آنکھیں، کہیں ادھوری کہانی رہ جاتی ہے

وہ سڑک جہاں سب ملے، وہ کہاں کھو جاتی ہے

اس کے پاس بہت گھر ہیں... ہاں کافی آبادی ہے

کافی رش ہے وہاں... بیل کی آواز بھی آتی ہے

آج بھی اس آئینے سے تیری آنکھیں نظر آتی ہیں

از منیبہ شہباز

وہ پورے چاند کی رات تھی۔ چاند بھی اتنا پیارا کہ نظر نہ ہٹے۔ ہلکی ہلکی ہوا کے ساتھ وہ چودھویں کا چاند خوب چمک رہا تھا۔ گارڈن میں ہر طرف کینڈلز ہی کینڈلز تھیں اور ان کی دھیمی روشنی ہر منظر کو حسین سے حسین تر کر رہی تھی۔ اس روشنی میں لوگ ڈنر کر رہے تھے۔ سفید رنگ کا خوشبودار موتیا ہر لمحے کو یادگار بنا رہا تھا۔

وہ سفید لباس میں بیٹھی اپنا گاؤن سیٹ کر رہی تھی۔ اتنے میں اس کی نظر ان بھوری آنکھوں پر پڑی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بچی کا ہاتھ تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی کا ہاتھ چھوڑا اور وہ اپنے دوست زُومان کے گلے لگ گئی۔

"تم آ گئے مازن، مجھے لگا نہیں تھا تم آؤ گے۔ جیسی تمہاری مصروفیات تھیں۔"

" نوف، مازن تمہیں یاد تو ہوگا۔"

اس بچی نے یہ سنا اور زُومان کی طرف دیکھا اور پھر نوف کی طرف دیکھا۔ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں ایک ساتھ بولے۔

"السلام علیکم!"

اور ایک ساتھ ہی جواب دیا۔

"وعلیکم السلام!" اتنے میں اس بچی نے نوف کا ہاتھ پکڑا، اس کو گفٹ دیا اور کہا۔

"میں آپ کے لیے دو گفٹ لائی ہوں۔ ایک آپ کا رہتا تھا اور ایک آپ کا ویڈنگ گفٹ ہے۔ مطلب زُومان انکل اور آپ کا۔"

وہ گفٹ رکھنے والی تھی کہ بچی بولی۔

"آپ اس کو ابھی کھول لیں۔"

مازن نے کہا۔

"آہاں، ایسا مت کرو، گفٹ کھولنے کا نہیں کہتے۔"

"مگر بابا یہ ان کا رہتا تھا نا، آپ نے کہا تھا۔" زُومان حیرت سے ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"ایک منٹ، میں دیکھتی ہوں۔ نائل، آپ یہاں آئیں۔" نوف بولی۔

"جی، بولیں۔"

"نائل، یہ سامان سائیڈ پر کروا دیں باقی سب، اور یہ پکڑ لیں۔ میں نے اس کو اوپن کرنا ہے۔"

نائل اس وقت کی سب سے زیادہ مصروف ہستی تھی۔ اس لڑکی کو کوئی ایک پل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ نہ گھر والے، نہ گیسٹ اور نہ ہی نوف۔

"نہیں آنٹی، آپ یہ یہیں ہی اوپن کر لیں، یہ والا دے دیں نائل آنٹی کو۔ سب گیسٹ تو کھانا کھا رہے ہیں۔"

"بچی اتنا اصرار کر رہی ہے تو کھول لو، پھر شوٹ اسٹارٹ کروا لیں گے۔ تم بھی ریسٹ کر لو 10–15 منٹ۔" زُومان بولا۔

اس نے پلین مہرون کلر میں بند وہ ڈبہ کھولا تو اس میں ایک یو ایس بی، ایک عطر اور ایک چھوٹا سا ایک اور باکس تھا۔

"یہ۔" وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ، "ہاں، یہ تمہاری امانت تھی میرے پاس۔ میں نے سوچا آج واپس کر دوں۔"

"آپ دوسرا باکس بھی اوپن کریں۔" وہ ضد کر رہی تھی۔

"جی جی، کر رہی ہوں بیٹا۔"

وہ گولڈ کلر کا بریسلیٹ الٹا پڑا ہوا تھا۔ اس نے جب اس کو سیدھا کیا تو اس پر آنکھیں دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ وہ حیرانی سے اس بچی کو دیکھ رہی تھی، پھر اس نے زُومان اور مازن کو دیکھا۔

نوف آنکھوں پر غور نہیں کیا کرتی تھی۔ اس کو آنکھیں دیکھنا پسند نہیں تھا۔ وہ کسی کا چہرہ بھی دیکھے تو سرسری سا دیکھتی تھی، اس لیے اس کو کسی کی شکل یاد نہیں رہتی تھی۔

اگر کسی شخص کی آنکھوں کو آپ غور سے دیکھو تو اس شخص کا چہرہ آپ کو ضرور یاد رہتا ہے۔

مگر یہ آنکھیں۔ یہ آنکھیں اس نے بہت غور سے دیکھی تھیں۔

یہ آنکھیں اس کا بچپن تھیں۔ اس کی متاعِ جاں تھیں۔

یہ وہ آنکھیں تھیں جن پر اس نے کئی شعر لکھے، کئی مٹائے۔

یہ وہ آنکھیں تھیں جن میں کئی کہانیاں تھیں۔

یہ وہ آنکھیں تھیں جن کی وجہ سے ساری کہانی تھی۔

سال 2007

دو بچے کلاس میں کھڑے لڑ رہے تھے۔ ایک بچی اونچا اونچا چلا کر دونوں کا ساتھ دے رہی تھی۔

"زمان تم نے مازن سے ہارنا نہیں، مازن تم زمان سے ہار نہیں سکتے۔" وہ کس کا ساتھ دیتی وہ نہیں جانتی تھی، مگر وہ ان دونوں کو جیتتا دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے وہ دونوں کو حوصلہ دے رہی تھی۔

"آخر تم ہو کس طرف؟" وہ دونوں رکے اور ایک ساتھ بولے۔

"دونوں کی طرف۔" وہ ہنس ہنس کر کہہ رہی تھی۔

اتنی دیر میں اسمبلی بیل ہوئی، وہ تینوں گراؤنڈ کی طرف بھاگے۔ اسمبلی سٹارٹ ہوئی اور آخر میں کیسٹ ڈیک پر اونچی آواز میں قومی ترانہ لگا۔

یہ ان سب بچوں کے لیے موقع تھا اپنے آگے کھڑے دوست کو تنگ کرنے کا۔ اسکول اسمبلی میں قد زیادہ ہونے والے بچے پیچھے کھڑے ہوتے اور کم والے آگے۔ پیچھے کھڑا شخص اونچی آواز میں آگے کھڑے کے کان میں قومی ترانہ بولتا تھا۔ پھر ایک لمبی چیکنگ کے بعد آپ اپنی کلاس میں جا سکتے تھے۔

سب ہنستے مسکراتے، تھکے ہارے کلاس میں آ کر بیٹھے۔

پہلا پیریڈ عام طور پر کلاس ٹیچر کا ہوتا تھا اور حیران کن بات یہ تھی کہ وہ ٹیچر بھی اردو کی ٹیچر ہوتی تھی۔

اردو کی تشریح کا سن کر نوف کا منہ بن جاتا تھا۔ اس کے کبھی تشریح میں پورے نمبر نہیں آئے تھے۔ اس لیے اس کو شاعری اور شاعر دونوں ہی نہیں پسند تھے۔ "خود بھی روئے اور ہمیں بھی رُلا رہے ہیں" والی سوچ تھی اس کی۔

ہر پیریڈ کے گزرتے گزرتے ہر بچے میں شیطانی کا لیول بھی زیادہ ہو جاتا تھا۔ ہر پل ایک نئی شرارت۔ ایسا نہیں تھا کہ سب پڑھتے نہیں تھے۔ مگر کتابی باتوں سے زیادہ وہ شکلیں اور سبق یاد رہ جاتے ہیں جو ہم نے بچپن میں سیکھے ہوں۔

جمعہ کا دن کسی عید سے کم نہیں ہوتا تھا۔ ہاف ڈے پر شکر گزار ہوئے بچے "اللہ اللہ" کر کے اس دن تک آتے تھے کہ آگے دو دن کا سکون ملے گا۔

یہ بھی جمعہ کا ہی دن تھا۔

پہلا پیریڈ شروع ہوا۔ سب اپنی اردو کی کاپیاں نکال رہے تھے۔ اتنی دیر میں کلاس سے فون بجنے کی آواز آئی۔

"کون فون لایا؟ کون فون لایا؟" سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر پوچھنے لگے۔

پھر سب کی نظر ایک ساتھ ہادی پر پڑی، جو اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر فون باہر نکال کر اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایسے جیسے یہ فون اس کے ہاتھ میں موجود شاکا لاکا بوم بوم والی پنسل سے سچ میں بن گیا ہو۔ اور یہ سب کسی ٹی وی ڈرامے کا پارٹ ہو۔ وہ سکرین پر نظریں جمائے اس نوکیا فون کو دیکھے جا رہا تھا۔ اتنی دیر میں ہیڈ نیچے سے اوپر آئی اور بولے۔

"کسی اور کلاس سے تو ایسی امید نہیں، یقیناً یہ اے سیکشن کے بچے ہی ہو سکتے ہیں۔" اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر ٹیچر نے اس کو خوب ڈانٹا۔

جب اس نے کہا، "یہ موبائل اس کا نہیں، اس کے پاپا کا ہے۔"

تو ٹیچر نے اس فون پر آئے نمبر پر لکھے "پاپا" کو اس کی آنکھوں کے مزید آگے کیا اور کہا۔

"تو پھر اس پر پاپا کیوں لکھا ہے؟"

"نہیں ٹیچر، یہ بڑے پاپا کا نمبر ہے۔" وہ بولتا رہ گیا۔

"اب یہ فون تمہارے پاپا کو ہی ملے گا، پانچ ہزار کے فائن کے ساتھ۔" ٹیچر نے کہا۔

"پانچ ہزار میں یہ نیا آ جائے۔ مجھے تو اسنیک والی گیم کھیلنا بھاری پڑ گیا۔" ٹیچر کے نیچے جانے پر وہ بولا۔

پیریڈز ختم ہوتے ہی ٹیچر کے نکلنے کی دیر تھی، سب نے خوب تالیاں بجائیں اور بولے۔

"آج کے انٹرٹینمنٹ کا سارا سہرا تو ہادی کے سر پہ سجتا ہے۔"

ہادی ایمبارسڈ تھا مگر اب سب کا پازیٹو ریسپانس دیکھ کر ڈھیٹ بن کر خوش ہو گیا۔ ہر آنے والی ٹیچر کے پاس فون کا ٹاپک تھا اور ہادی کے پاس وہی صفائی۔ ہر ٹیچر نے اس کو لاپرواہ ہونے کا خطاب دے دیا تھا۔

2007 وہ زمانہ تھا جب واک مین کی جگہ پورٹیبل 3MP پلیئر نے لی اور اس کو پھر آئی پوڈ نے ریپلیس کیا۔

آئی پوڈ نیا نیا ریلیز ہوا تھا۔ اور یہ نوکیا کے عروج کا دور تھا۔ پھر اس کی جگہ بلیک بیری نے لی اور پھر آئی فون نے ٹیک اوور کر لیا۔ جیسے لوگوں میں جنگ ہوتی تھی ویسے فون کے فیچرز الگ الگ ہو رہے تھے۔

ہر روز فلم، ڈرامہ اور گانوں کے علاوہ پرفیوم اور فون بھی کلاس ٹاپک اور بریک کے موضوع میں رہتے تھے۔

کون جا کر پہلے جھولے کی باری لے گا، تو اس کو یا اس کی کلاس کو ملے گی بس باری۔

اے سیکشن کے بوائز اگر پہلے جھولے پر بیٹھ جائیں گے تو بعد میں اے سیکشن کی گرلز کو جھولا مل جائے گا۔ اس طرح ہم میں ہی سب پاور رہے گی۔ اور اگر گرلز آئیں گی تو وہ بعد میں بوائز کو دے دیں گی۔ کسی اور سیکشن کے لوگوں سے تو قطع تعلق اور جنگ کا سا ماحول رہتا تھا۔

یہ کلاس رائیولری کب آپس کی رائیولری میں آ جاتی تھی، پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ اور جب ایسا ہو تو پھر "ڈوائیڈ اینڈ رول" ہوتا ہے۔

اے سیکشن کی بی اور سی دونوں سے لڑائی رہتی تھی۔ مگر بی اور سی سیکشن کی آپس میں کوئی لڑائی نہ تھی۔

جو بچے صبح جلدی آتے تھے وہ آ کر ڈیسک سیٹ کیا کرتے تھے۔ زُمان صاحب تو پکی پکائی پہ آ کر بیٹھنے کے عادی تھے۔ اسکول کے سامنے گھر ہوتے ہوئے بھی یہ اسمبلی سے 2 منٹ پہلے آتے، وہ بھی اپنا بیگ آدھا نیچے گراتے آتے تھے۔

رہی بات مازن اور نوف کی، تو ان کی بس جلدی آنے لگ گئی تھی۔ وہ دونوں جلدی آتے تھے۔ آ کر ڈیسک سیٹ کرنا اور باتیں کرتے رہنا ان کی روٹین کا حصہ تھا۔ وہ دونوں ویسے ہی بہت بولتے تھے، ان کی باتیں تو ختم ہونے کا نام بھی نہیں لیتی تھیں۔

ایک دن ڈیسک سیٹ کرتے کرتے وہ بولا۔

"تم بتاؤ تمہیں کون سا پرفیوم اچھا لگتا ہے نوف؟"

"مجھے تو بہت سے پرفیوم اچھے لگتے ہیں۔"

"اچھا تو تم آج کل لگا کون سا رہی ہو؟"

"Lover Forever!"

"واٹ! یہ کیسا نام ہے؟ صحیح سے پڑھنا تھا، لگتا ہے اردو کے ساتھ تمہاری انگلش بھی خراب ہو گئی ہے۔"

"ارے نہیں، مازن بابا لائے تھے۔"

"اچھا اچھا، کل صحیح سے نام پڑھ کر آنا۔ "

"تمہیں پسند آیا؟ میں لا دوں؟""نوف نے پوچھا۔

"نہیں نوف، تم یہ بتاؤ تمہارے پاس دو ہیں؟"

"نہیں، ایک ہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تم بتاؤ آج کل تم کیا یوز کر رہے ہو؟"

"مازن، میں دو دن سے پوچھنا چاہ رہی تھی، نہیں پوچھ پائی۔"

"تو پوچھ لیتی، اس میں کیا تھا؟"

"میں آج کل اسکول آنے سے پہلے ماما کے روم میں جاتا ہوں۔ وہاں جتنے عطر اور پرفیوم ہوتے ہیں وہ سب لگا لیتا ہوں۔"

"نہیں مازن، ایک عطر ہے، اس کا نام پوچھ کر آنا۔ خوشبو بھی جو سب سے میٹھا سا ہے"

"ویسے تو اب فائنلز ہونے والے ہیں۔ رول نمبرز کا نہیں پتا کہاں آئیں گے۔ تو اس لیے نیکسٹ کلاس میں ہی شاید بات ہو۔"

"چلو رول نمبرز والے دن ہی میں تمہیں پرفیوم کا نام بتا دوں گی، صحیح والا۔"

آگے ، سنڈے کی چھٹی تھی اور منڈے سے پیپر شروع ہو گئے تھے۔ یہ دونوں کلاس میں آ کر بیٹھے تو گرلز نے نیچے بیٹھنا تھا اور بوائز نے سب سے اوپر۔ان کے رول نمبر اوپر والی کلاس کے تھے۔

"میں نے کہا تھا ، نام صحیح ہے۔ نام Lover Forever ہی تھا، بائے Bavari Perfumes۔" وہ یہ بول کر نیچے جانے والی تھی۔

"کنٹری تو بتاؤ!" مازن نے آواز لگائی۔ وہ سیڑھیوں سے نیچے جا رہی تھی۔

"یو اے سی!"

"کیا یو اے ای؟" وہ یہ بول کر ایک سیڑھی سے دوسری پر جا کر گری۔ اتنے میں سیٹ پہ بیٹھا مازن اچھل کر ٹیبل پہ آ گیا۔ وہ اس کو گرتا دیکھ پریشان ہوا تھا مگر پھر وہ مسکرائی تو ہنسنے لگ گیا۔

وہ "اف اف" کرتی نیچے جا بیٹھی۔

ایگزامز ختم، رزلٹ آیا اور نئی کلاس کا آغاز ہو گیا۔ وہ سب اسکول کے پہلے دن اپنی کلاس ڈھونڈ رہے تھے۔ زمان آج کلاس میں پہلے سے موجود تھا۔ نوف پورا اسکول ڈھونڈ کر اب تھک ہار کر وہاں تک آئی تھی۔

اس کو 3 بار مانیٹرز نے غلط راستہ بتایا تھا۔ اب وہ آ کر بیٹھی تھی۔ اتنے میں مازن اندر آیا اور پانی پانی کرنے لگ گیا۔

"یہ کیسے مانیٹر کھڑے کیے ہیں! 5 چکر لگوا دیے انہوں نے میرے۔" زُمان نے اس کو پانی دیا اور وہ بیٹھ گیا۔

"سکون کر لو، اب تھوڑا سانس لے لو۔" زُمان اس کے بال کھینچ کر بولا۔

"زُمان صاحب! آپ اور جلدی؟ سورج نکلا کہاں سے ہے۔"

"ہاں 2008 ہے ابھی، یہ 2012 میں تو 12 بج کے کچھ منٹ پر دنیا ختم ہو جانی ہے۔ وہ موویں بنا رہے ہیں، اناؤنس ہوا تھا فروری میں۔ ہم سب کی زندگی اتنی چھوٹی نکلے گی مازن، میں نے تو ابھی جینا تھا۔ شادی کرنی تھی۔ دنیا دیکھنی تھی۔ میں تو بچپن میں ہی مر جاؤں گا۔ ابھی تو میں 9 کا ہونے والا ہوں اور میں مر جاؤں گا۔ اور تم بھی۔"

"یہ جو تم بولتے ہو نا مازن، سب کو پینسل پینسل، کر کے تم نے سب کی شادی کینسل کروائی ہے۔ 13 کی عمر میں مر جانا ہے میں نے۔ نوف تم نے 12 میں۔ ہائے ہم سب نے مر جانا ہے۔" وہ سب ہنس رہے تھے۔

"اپنی کلاس کی اسٹرینتھ بتائیں۔" ٹیچر کلاس میں آئی اور بولیں۔

"چھتیس میم!"

"یہ تو بہت زیادہ ہے۔ کچھ اسٹوڈنٹس کا سیکشن چینج ہوگا۔" وہ تینوں ایک ساتھ ٹیچر کی شکل دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے۔

"مجھے لگتا ہے ہم تینوں میں سے کوئی ایک جائے گا۔" زُمان بولا۔

"شکل اچھی نہیں تو بات ہی صحیح کر لے۔" مازن نے کہا۔ نوف ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

کبھی کبھی زُمان کی بولی باتیں سچ ہو جاتی تھیں۔

ٹیچر اونچا سا بول رہی تھیں۔

"پتا نہیں سب پیرنٹس کو بچوں کو اے سیکشن میں کیوں کروانا ہوتا ہے۔ اے سیکشن کے بچے لائق ہوتے ہیں، لائق۔ ان سب کو دیکھو، کہاں سے لائق لگتے ہیں یہ۔"

میتھز کی کلاس تھی، ٹیچر نے سم کروایا۔

"نوف، مجھے انک ریموور چاہیے۔" اتنے میں مازن نے کہا۔

"مجھے بھی دینا، مازن!" نوف نے اس کو دیا تو زمان نے کہا۔ مازن نے نوف کو آنکھ ماری اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ چپ کر کے کام کرنے کی ایکٹنگ کرنے لگ گئی۔

مازن نے زمان کو گلے سے لگایا اور کہا۔

"بھلا بادشاہ بھی کام کرتے ہیں؟ میں ریموو کرتا ہوں۔ کہاں میرے بھائی سے غلطی ہوئی۔" وہ پہلے ہی دونوں سائیڈ چینج کر چکا تھا۔ اس نے بلیو سائیڈ سے زمان کا سارا پیپر خراب کر دیا اور انک ریموور اس کو پکڑا دیا۔

وہ دونوں ہنستے چلے جا رہے تھے۔ اور زمان رو رہا تھا۔

"مجھے پھر لکھنا پڑے گا۔ ٹیچر! اس نے میرا پیج خراب کر دیا تھا۔"

"مازن نے خراب کیا، نوف سے پوچھ لیں، اس نے سب دیکھا۔"

"مازن کی غلطی اور نوف بتائے؟ تمہارا انتخاب ٹھیک نہیں ہے۔" ٹیچر نے نوف کی طرف دیکھا اور کہا۔

" اس نے کبھی اس کے خلاف نہیں جانا۔"

وہ زُمان کی روتی شکل دیکھ دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہے تھے۔

بریک ٹائم ہوا اور کلاس میں بات شروع ہوئی کہ اگر کوئی رائیول سائیڈ پہ چلا گیا تو رولز سب کے لیے وہی ہوں گے جو دوسرے سیکشن والوں کے لیے ہیں۔ ورنہ کلاس میں اس شخص سے کوئی بات نہیں کرے گا جو دوسرے سیکشن کے انسان سے بات کرے گا، چاہے وہ اسی کلاس میں سے کیوں نہ گیا ہو۔

زُمان اور مازن تو جانتے تھے کہ اگر وہ الگ بھی ہو گئے تو وہ اسکول ٹائم اور ہوم ٹائم پر ساتھ ہو سکتے ہیں، اور پیپرز کے دوران سب بوائز زیادہ تر ایک ساتھ ہو جاتے تھے۔

مسئلہ تھا نوف کے لیے، جس کی نہ کسی اور سیکشن میں کسی سے بنتی تھی اور نہ ہی یہاں اچھے دوست تھے۔

لڑکیوں میں ان کی ڈیمانڈز کے حساب سے رہنا ہوتا تھا، پیر پریشر۔ اور اگر کوئی ایک چھوڑتا ہے کسی سے بات کرنا تو سب چھوڑ دیتے۔ اور 1-2 سال میں ویسے ہی سیکشن الگ ہو جانے تھے، بوائز اور گرلز کے بھی۔

اگلا دن چڑھا، سب معمول کے مطابق تھا مگر آج آرٹس کا پیریڈ بھی تھا۔ رجسٹر پر نوف نے کاربن پیپر سے پرندے اور بلی بنائی ہوئی تھی۔ سب کو ایک بار لگا اس نے خود بنائی ہے۔

مازن نے رجسٹر پکڑا اور بولا۔

"یہ چھاپہ ہے۔ چھاپہ مینز اس نے کاربن پیپر سے ڈرا کیا۔"

"کسی کو پتا چلنا تھا مازن، تم کیوں بولے؟ خود تمہاری ڈرائنگ بہت اچھی ہے نا جیسے۔"

"رکو، میں بناتا ہوں۔" وہ بولا۔ اس نے ایک بہت پیاری تو نہیں مگر پیاری بلی خود ڈرا کی اور نیچے اپنا نام لکھ دیا۔

نوف نے اس کا نام مٹا دیا، اس نے صرف "جسٹ کیٹ" لکھ دیا۔ پھر وہ دونوں ڈاٹس اینڈ باکسز کھیلنے لگ گئے۔

"چھوڑو، ہینگ مین کھیلتے ہیں۔" نوف نے ہار کر کہا۔

"تم اس میں بھی ہار جاؤ گی نوف۔"

"نہیں، میں نہیں ہاروں گی۔"

کیو ٹی کی کلاس اسٹارٹ ہونے والا تھا۔ مازن نے نوف سے پوچھا۔

"تم نماز پڑھتی ہو؟ مطلب تمہیں نماز آتی ہے؟"

"ہاں آتی ہے، مگر پڑھتی کبھی کبھی ہوں۔" نوف بولی۔

"فجر پھر بھی پڑھ لیتی ہوں، زیادہ نہیں کوئی تو۔ میری بہن بھی پڑھتی ہے فجر جب اس کے امتحانات ہوتے ہیں، ورنہ نہیں۔ ورنہ یاد نہیں ہوتی ہے کہ نماز پڑھی بھی ہے یا نہیں۔ تمہیں پتا ہے میں ایک چیز پر حیران ہوں، میرا بھائی ہر وقت موبائل پر لگا رہتا ہے۔ اس کا موبائل چیک کرو تو بس جاز والوں کے میسجز ہوتے ہیں، سم کمپنی سے آئے میسجز۔ یہ سارا دن کرتا کیا ہے؟"

"تم اس سے ہی پوچھ لو کہ بھائی تم کیا کرتے ہو۔"

"وہ مجھے بتا ہی نہ دے۔ تم بھی نا۔" نوف بولی۔

"اچھا چھوڑو، بڑے ہو کر شاید تمہیں بھی پتا چل جائے یا سمجھ آ جائے۔"

"تم بتاؤ مازن، تمہیں نماز آتی ہے؟"

"نہیں یار، کمپلیٹ نہیں آتی۔ بھول جاتی ہے اور آج ٹیسٹ بھی ہے۔"

"ویسے تمہاری قرآن میں آواز تو بہت اچھی ہے اور تم کتنا فاسٹ فاسٹ پڑھتے ہو۔ کوئی بات نہیں، تم نماز یاد کر لینا بعد میں، مگر میں بتا دوں گی مازن، تم فکر نہ کرو۔"

قاری صاحب سب سے اورل ٹیسٹ لے رہے تھے۔ جب مازن کی باری آئی تو نوف پیچھے کھڑے ہو کر بول رہی تھی اور وہ اس کے اشارے اور ہلکی آواز سمجھتا تھا۔ پوری کلاس میں بہت شور تھا۔ جن کو نماز یاد نہیں تھی وہ اونچا اونچا یاد کر رہے تھے۔ اور کچھ ٹیسٹ سے پہلے ریویژن کر رہے تھے۔

ان سب میں مازن کا غور صرف نوف کی آواز پر تھا اور اس کی مدد سے وہ ساری نماز سنا کر بیٹھ گیا۔

یہ پہلی بار نہیں تھا کہ یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے تھے۔ ایسے ہی سائنس کی ٹیچر نے سب کو کھڑا کر دیا اور سبق یاد کرنے کو کہا۔ مازن کی یاد کرنے کی سپیڈ بہت تیز تھی، اس نے فوراً یاد کر لیا۔۔ٹیچر نے اس کو سب سنانے کو کہا۔

وہ جب نوف کے پاس آیا تو ابھی اس کو صحیح سے کچھ یاد نہیں تھا۔

"مجھے ایسے یاد نہیں ہوتا۔" وہ بولی۔

"رکو، میں کاپی کرتا ہوں تمہاری طرف۔ تم دیکھ کر پڑھو اور بیٹھ جاؤ۔" مازن نے کاپی اس کی طرف کر دی، وہ پڑھنے لگ گئی۔

"واہ نوف، تم نے کتنا اچھا سنایا، بیٹھ جاؤ۔" اور مازن بولا۔ ایسے کئی اور واقعات تھے۔

پیریڈز ختم ہوتے ہی زُمان گروپ فوٹو مانگنے لگ گیا سب سے۔

"لاسٹ ایئر کی گروپ فوٹو کسی کے پاس ہے؟" وہ ساری کلاس سے پوچھ رہا تھا۔

"مانگتے رہو، نہیں دینی۔" نوف نے اس کو دیکھا اور کہا۔

"نوف، تمہارے پاس ہے؟ مجھے بھی چاہیے، یو ایس بی میں لا دو گی؟" مازن نے فوراً پوچھا۔

"ہاں تمہیں لا دوں گی، اس کو نہیں۔" نوف بولی۔

"تم نے کسی کو نہیں دینی۔ خیر تم دے دینا، مگر مجھے کسی کو نہیں دینی۔"

"تم کل یو ایس بی لے آنا۔"

"ہاں، میں پکا لے آؤں گی۔" ان سب نے اپنے اپنے بیگز پیک کیے اور کلاس سے نکل گئے۔

یہ وہ آخری دن تھا جب یہ سب ساتھ نکلے تھے۔ وہ مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور بات کر رہے تھے۔ وہ اسکول کے باہر لگے گول گپے کھا رہے تھے۔ اس کے بعد چھپ کر انہیں نے اسکول کے اندر بھی واپس جانا تھا۔

پہلے ہمیشہ ان کے ساتھ ایسے ہوتا تھا کہ جب نوف ایک سائیڈ سے آ رہی ہوتی تھی یعنی رائٹ، اور مازن دوسری سائیڈ سے آ رہا ہوتا تھا یعنی لیفٹ۔

فلم کی مانند، جہاں دونوں ہیرو ہیروئن پاس سے گزر جاتے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر سر جھکا لیتے۔

اور پھر مڑ کر دیکھتے کہ سامنے والے نے دیکھا یا نہیں، بالکل ایسے ہی وہ دونوں گزرتے تھے مگر مسکرا کر۔ ابھی ان پر سر جھکا کر اور مڑ کر دیکھنے والا وقت نہیں آیا تھا۔

اگلے دن جب نوف اسکول گئی تو وہ تھوڑی لیٹ ہو گئی تھی۔ وہ مسکرا کر اندر داخل ہوئی۔ سب لائٹس وغیرہ آن تھیں اور ڈیسک سیٹ تھے۔ کمرہ عطر سے مہک رہا تھا۔ آج پھر مازن نے آنٹی کے ڈریسنگ پر دھاوا بولا تھا۔

"مجھے اس عطر کا نام بتا دو۔ یہ بہت اچھا ہے۔"

"تمہیں پتا تو ہے میں باتیں بھول جاتا ہوں نوف۔ میں بہت کچھ بول کر بھول بھی جاتا ہوں اور تم مجھے یاد کروا دیتی ہو۔ بالکل ایسے ہی کل تم نے کمپیوٹر سائنسز کا ایک کوئسچن نہیں لکھا تھا کیونکہ تمہاری کاپی ختم ہو گئی تھی، آج وہ چیک ہونا ہے۔"

"چھوڑو رہنے دو، میرا دل نہیں کر رہا لکھنے کا۔"

"پیپرز میں کیا کرو گے مازن؟ میں لکھ دیتی ہوں، لاؤ۔"

"تم پکا لکھ دو گی نا؟"

"ہاں مازن، دو۔ جلدی لکھوں، ختم کروں۔ رائٹنگ تمہیں سمجھ آ جائے گی، میں اتنی اچھی نہیں کر رہی۔"

"ہاں، جب ہم ریس لگاتے تب بھی تو تم سے کاپی کرتا ہوں، اگر تم آگے والی لائن پہ ہو تو۔ ایسے ہی سمجھ آ جاتی مجھے تمہاری۔"

"اچھا یہ ختم ہوا کام تمہارا نوف؟"

"ہاں یار۔ وہ جھولے لینے چلتے ہیں۔"

وہ دونوں گراؤنڈ میں جانے ہی والے تھے کہ اتنی دیر میں ہیڈ ٹیچر کلاس میں آئی اور لسٹ لگا دی ان بچوں کے نام کی جو ایک سیکشن میں تھے۔ وہ ہر کلاس میں لسٹ لگا رہی تھی۔

جب نوف نے اپنا نام پڑھا تو وہ مسکرائی۔ زمان کا آیا تو وہ ہنسی اور مازن کا لسٹ میں نام نہ دیکھ وہ بے سدھ ہو گئی۔

وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ تمہارا نام آیا، زُمان کا آیا۔ اب میرا دیکھو نا۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہی۔ سائیڈ پہ ہو جاؤ، میں دیکھتا ہوں۔"

"میرا نام۔ میرا نام ادھر نہیں ہے۔" وہ بھاگ کر باہر گیا اور بی سیکشن کو دیکھا، وہاں بھی اس کا نام نہیں تھا۔ آخر اس نے اوپر جا کر C سیکشن کی لسٹ دیکھی تو تیسرے نمبر پر "مازن احمد" لکھا تھا۔

کلاس سٹارٹ ہونے والی تھی۔

ٹیچر نے اس کو صرف اپنا بیگ لانے کی اجازت دی تھی، نہ کہ کلاس میں سب کو الوداع کہنے کی۔ اے سیکشن میں بہت لوگ اداس تھے مگر گرگٹ کی طرح رنگ بدل چکے تھے۔

نوف پہلے ہی مازن کے بیگ میں یو ایس بی ڈال چکی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ مگر وہ منہ نیچے کر کے بیٹھ گئی۔

پیچھے سے کوئی اپنی بے سری آواز میں گا رہا تھا۔

"جدائی کا ہمیں غم بھی ہے، کوئی ایسی خطا نہ کرے، کرے بھی تو کیا کریں۔" نوف نے غصے سے مڑ کر دیکھا تو ہادی بولا، "میں تیری آنکھوں میں رہتا ہوں، تجھے پتا نہ چلے۔"

"لگتا ہے تم نے مار کھانی ہے۔" زمان نے ہادی سے کہا۔ یہ سن وہ خاموش ہو گیا اور نوف بھی اب زیادہ نہیں بولتی تھی، خود میں رہتی تھی۔ زُمان سے بات ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ وہ اس سے بھی بات نہیں کرتی تھی۔ زُمان پھر بھی اس کو آ کر مازن کی کوئی نہ کوئی بات بتا دیتا تھا مگر اس نے کبھی یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ نوف کی بات کرتا ہے یا اس کو یاد کرتا ہے۔

وہ بس بتاتا تھا اس کی کلاس میں یہ ہو رہا ہے، وہ ایسے کرتا ہے، ایسے رہتا ہے، ایسے بولتا ہے۔ بظاہر وہ خوش تھا اور آگے بڑھ چکا تھا۔

کبھی کبھی انسان ایک ٹاکسک اٹیچمنٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی ایموشنل اٹیچمنٹ جو سمجھ ہی نہیں آتی کہ آپ کے ماضی کا حصہ تھی، کب حال میں آ گئی اور کیسے مستقبل میں پڑ گئی۔ ایسی ہی اٹیچمنٹ نوف کو مازن سے تھی اور مازن کو نوف سے۔ ایک ایسا سرکل جہاں سے نکلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کسی بھی شر کو ختم کرنے کے لیے آپ کا زندگی میں کسی خیر کو لانا ضروری ہوتا ہے۔ یہ تین لوگ اسکول کے سہارے ہی تو جیتے تھے۔ تینوں بظاہر تو خوش ہوتے تھے۔

ایک کے گھر میں پراپرٹی ایشو تھا، ایک کے گھر میں پیرنٹس کی لڑائی، اور ایک جینڈر ڈسکرمنیشن کا شکار تھا۔

ہر کسی کی اپنی ایک توڑ دینے والی کہانی تھی ۔اس کے باوجود وہ حوصلہ نہیں ہارتے تھے۔

عمر چھوٹی ہو تو بڑی بڑی بات پر صبر آ جاتا ہے ورنہ بڑے ہو کر ناگواریاں بڑھتی جاتی ہیں۔

ایک دن نوف کلاس سے باہر ونڈو سے دیکھ رہی تھی اور ساتھ ٹیبل پر پینسل مار رہی تھی کہ وہاں سے چھلانگ لگاتا ہوا مازن گزرا اور سر مہمت میں جا کر لگتے لگتے بچا۔ اس کی نظر سر سے اٹھی تو پیچھے کھڑکی پر پڑی جہاں سے نوف دیکھ رہی تھی۔ ان دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور دونوں نے سر جھکا دیا۔

نوف نے سر جھکا کر ٹیبل کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور مازن واٹر کولر کے پاس چلا گیا۔

کبھی کبھی ہماری ٹیچرز سوچتی ہیں کہ بچے ویسے ہی شرارتی ہوتے ہیں۔ وہ شرارت اور بدتمیزی کے فرق کو ختم کر کے ہر شے کو بدتمیزی کا نام دے دیتی ہیں۔ ہر جگہ بچہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ وہ کبھی کبھی خود

اپنے ہاتھوں سے بچوں کے پر کاٹ دیتی ہیں۔ اور ایسی ٹیچرز ایک لائف ٹائم ٹراما کی صورت میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتی ہیں۔

یہاں زندگی میں گھڑیوں کا وقت تو بڑھ رہا تھا، مگر انسان میں کچھ ٹھہر جائے تو پھر کیا کیا جائے۔

تاریخی طور پر، پاکستانی حکومت نے گرمیوں کے دوران توانائی کی بچت کے لیے گھڑیوں کو ایک گھنٹہ آگے کرنے (ڈی لائٹ سیونگ ٹائم) کا اعلان کیا تھا۔ 2009 میں ایک گھنٹہ آگے کیا گیا تھا۔

آہستہ آہستہ نوف کو شاعری بری نہیں لگتی تھی۔ وہ رات کو ایف ایم ریڈیو سنتی تھی اور کوشش کرتی کہ وہ اکیلے رہے۔ کچھ ختم ہونے کے بعد ہی کچھ نیا ہوتا ہے۔

نائل کے میٹرک کے ایگزامز کی وجہ سے اب وہ نوف کو پڑھا نہیں سکتی تھی۔ اس نے اپنی ممی سے کہا کہ نوف کو کوئی اکیڈمی رکھوا دیں۔

نوف جب پہلے دن اکیڈمی گئی تو وہاں زمان بھی تھا۔ اب دونوں اسکول میں تو کچھ دیر میں الگ الگ ہونے والے تھے۔ مگر اکیڈمی ایک تھی۔ نوف نے فائنلز خود دینے کا سوچ کر اپنی ماں سے درخواست کی کہ وہ اکیڈمی نیکسٹ ایئر سے ہی جائے گی۔ وہ ایک دن کے بعد واپس گئی ہی نہیں۔

اب جب نیو ایئر اسٹارٹ ہوا تو زمان اور نوف ایک ساتھ اکیڈمی میں ہوتے مگر ان کی کلاس اب سیپریٹ تھی۔

زُمان کہتا تھا مازن بھی اکیڈمی جوائن کرنا چاہ رہا ہے مگر اس نے کبھی نہیں کی۔ وہ دونوں اسکول کی باتیں اب اکیڈمی میں کرتے تھے۔

"مازن بہت بدل گیا، بہت زیادہ۔" زمان اکثر بولتا تھا۔

مگر نوف کی کبھی پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اور نہ اس نے کبھی ایسا بتایا کہ وہ نوف کی کوئی بات کرتا ہے یا نہیں۔

ایسے جیسے وہ اس کی زندگی سے مکمل غائب ہو چکا تھا۔

اسکول ایک تھا مگر صرف نظر آ جاتے تھے کبھی کبھی۔ ایک لمبا عرصہ تو اس نے ان آنکھوں کو بس دور سے دیکھ کر جیا ہے۔

دونوں ایک دوسرے سے بظاہر بے خبر تھے، ایک دوسرے کے بارے میں سوچا بہت کرتے تھے۔

ایک دن زمان کو نوف نے بتایا کہ وہ اسکول چینج کر رہی ہے کیونکہ اب اس کی بہن کا میٹرک ہو گیا ہے۔ پہلے وہ دونوں ہوتی تھیں۔ اب وہ کالج کے پاس والے کسی اسکول میں داخلہ لے گی۔

یہ اس کی زمان سے آخری بات تھی۔

جب وہ آخری دن اسکول گئی تو واپسی پر ہلکی سی بارش تھی اور ہلکی ہلکی دھوپ۔ اس میں مازن کے بھیگے گیلے بال اور آنکھوں میں پڑتی دھوپ میں اس نے پہلی بار اس کی آنکھوں پر اتنا غور کیا تھا۔

زندگی جیسے سلو موشن میں چل رہی تھی۔ اور وہ بارش میں اچھل رہا تھا۔ سب وہیں چھوڑ جب وہ جا رہی تھی تو اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ یہ اس کو آخری بار دیکھ رہی ہے۔ نوف کا دل کر رہا تھا وہ بار بار مڑ مڑ کر اس کو دیکھ لے۔ یہ ایسا احساس تھا جو اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔

اور یہ سچ میں آخری دفعہ ہی تھا۔ سب کی زندگی آگے بڑھنا شروع ہوئی۔ وقت گزرتا گیا۔ اسکول ختم ہوا تو کالج، پھر یونیورسٹی۔

زمان ایک لائر بن گیا، مازن ایک بزنس مین، اور نوف ایک رائٹر۔ وہ کہانیاں لکھتی تھی۔ اس نے میجر میں اسلامیات اور اردو لٹریچر کیا تھا۔

میں غالب میزِ آتش سے اب اقبال پر آ گئی ہوں

جو لگتا تھا سب سے مشکل اُس باب پر آ گئی ہوں

از منیبہ شہباز

وہ خود حیران تھی کہ کیسے اس نے یہ سفر طے کر لیا۔ اس کے فیورٹ شاعر اقبال تھے۔ وہ شاعری اور شاعروں کو ناپسند کرنے والی لڑکی آج خود ان میں سے ہی ایک تھی۔ یہ ایک انٹرسٹنگ سی بات تھی جس پہ شاید اپنا ماضی دیکھ کر خود اس کو بھی حیرانی ہوتی تھی۔

نوف اپنے کمرے میں بیٹھی آرام سے کولڈ کافی انجوائے کر رہی تھی کہ نائل اس کے پاس آ کر بیٹھی اور بول۔

"نوف، تم غزلیں بھی لکھتی ہو نا؟"

"کیا مطلب آپی؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"میں نے پڑھی تھیں ایک دو۔ رکو، میں نے فوٹو لی تھی، بتاتی ہوں۔"

میری جان، میرے ہر سجدے کا اُدھار تجھ پہ ہے۔

فقط تجھ میں بسی ہوں، میرا جہاں تجھ سے ہے۔

میرے ہر لمحے میں شامل ہے تو، میرا آسمان تجھ سے ہے۔

تیری آنکھوں کا قرض ہے مجھ پر، میری ہر سانس تجھ سے ہے۔

تو ہے میری روح، میرا قرآن تجھ سے ہے۔

آرزو کے ہاتھوں سمتیں نہیں ہوتی،

کیسے سمجھاؤں سب کو ہماری باتیں نہیں ہوتی۔

میری ہر بات میں بسا ہے تو، میری رات کو بھی راتیں نہیں ہوتی۔

تیری آرزو اب تمام ہے، سکون کے ہاتھوں پریشان ہے۔

مجھے معاف کر دے اب یارا، میری زندگی اُس کی غلام ہے۔

از منیبہ شہباز

ایک اور تھی۔

تیرا نام ہے خوبصورت اِس طرح۔

کوئی نور ہو کوہِ طور پہ جس طرح۔

تجھے وہ ملے جس کی چاہ ہو۔

تجھے ملے تو راہِ خدا ہو۔

تیرے حسن پہ کہیں زوال نہ ہو۔

تجھے خود پہ کبھی ملال نہ ہو۔

تیری باتیں ہوں روشن اِس طرح۔

زبور کا حافظ ہو جس طرح۔

تیرے نام کو سب سے الگ کر کے میں نے خود میں چھپا رکھا ہے۔

تجھے کیا معلوم، میں نے خود کو تیری ذات میں ڈال رکھا ہے۔

تو روح کی زینت ہے میری اِس طرح۔

طوافِ کعبہ ہو جس طرح۔

میرے عشق کو لفظوں میں ڈال نہ سکوں گی۔

میں تجھے اِس دل سے نکال نہ سکوں گی۔

میں معافی کی التجا کرتی ہوں۔

اب عشقِ مجازی کو سنبھال نہ سکوں گی۔

از منیبہ شہباز

"اچھا بس بس، یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں آپی۔"

"سچ سچ بتاؤ نوف، کوئی محبت تو نہیں ہوئی تھی تمہیں؟ یا کوئی سر چڑھا ناکام عشق۔"

"نائل!" وہ غصے سے بولی۔

"اچھا اچھا، مذاق کر رہی ہوں۔ دور دور تک اردو ادب کا کوئی نہیں خاندان میں۔ نہ کوئی شاعر گزرا اور نہ ہم میر تقی میر یا اقبال کی نسل میں سے ہیں۔ تو پھر یہ شوق کیسے، کہاں سے اور کس طرح۔ مجھے تو یاد ہے تمہیں شاعری سے نفرت ہوتی تھی۔"

"میرا ٹیلنٹ ہے آپی۔ کیا نائل، اپنے گھر جاؤ نا یار۔ یہاں کیا مجھے تنگ کرنے آتی ہو۔"

"اچھا اچھا، مجھے تمہیں یہی کہنا تھا۔ تم بھی اپنے گھر چلنے کی تیاری پکڑ لو۔ بابا کے دوست ہیں، ان کے کسی جاننے والے کا رشتہ آیا ہے تمہارے لیے۔ وہ کہہ رہے تھے لڑکا لائر ہے، بہت نیک اور شریف ہے۔"

"آپی بس کرو، دن میں خواب دیکھنا۔ جس کی جب ہونی ہے تب ہی ہونی ہے۔ ہر شے کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ اور تو اور ہر وقت میرے پیچھے ہی پڑی رہتی ہو۔"

"اس بار میں مذاق نہیں کر رہی، نہ تمہیں تنگ کر رہی ہوں۔ سچ میں نوف، یقین کرو۔"

"اچھا کر لیا بس۔ جاؤ اب یہاں سے، مجھے می ٹائم چاہیے۔"

نوف کا می ٹائم اس کی اور اللہ کی لمبی لمبی باتیں ہوتی تھیں۔

کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کہ اتنے سال میں نے کیا کیا۔ میں ایک کہانی، ایک شخص، کچھ یادوں سے نہ نکل پائی۔ اور وہ شخص نہ جانے کب، کہاں، کیسے کب کا آگے گزر گیا ہوگا۔ اس کو تو میرا نام بھی یاد نہیں ہوگا۔

اور پھر وہ یہ سوچتی تھی کہ میرے اتنے سال وصول ہو گئے۔ اگر میری غلطیوں سے، میری کہانیوں سے، میری باتوں سے کوئی سیکھ سکتا ہے تو کیوں نہیں۔ قربان تو صرف اسماعیلؑ ہوئے تھے اور عید پورے

جہاں کو ملی۔ شاید میں بھی اللہ کا اسماعیل ہی تھی۔ وہ ان سب چیزوں سے موو آن کر چکی تھی جو اس کا اور اس کے یقین کا راستہ روکے ہوئے تھیں۔

وہ ہر وہ بت توڑ چکی تھی جو شاید کبھی اس کے کعبۂ دل میں موجود تھا۔ وہ خود کو خود مکمل کر چکی تھی۔ وہ ضد نہیں کرتی تھی۔ وہ اطاعت کرتی تھی۔ وہ سر جھکانا جان چکی تھی۔ اور پھر وہ ایک لمبا سجدہ کرتی اور اس میں دل کھول دیتی۔ یا وہ آسمان کو دیکھ کر بولتی یا سجدے میں دل کھولتی۔

قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

"جو نیکی لائے، اللہ اسے اس سے بہتر بدلہ دے گا۔"

اور حدیثِ نبوی میں بھی آیا ہے کہ:

"اگر کوئی شخص نیکی کرنے کا ارادہ کرے مگر عمل نہ کر سکے تو بھی اللہ تعالیٰ ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے، اور اگر وہ نیکی کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ اسے دس سے سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ بڑھا کر بدلہ عطا فرماتا ہے، یعنی اللہ کی رحمت اور اجر بے حد زیادہ ہے۔

- صحیح البخاری حدیث نمبر 6491

وہ اپنے رب سے بہترین کی طلب میں تھی۔ وہ بہترین اسپاؤز جو اس کی دین، دنیا، آخرت کی عافیت اور خیر و برکت کی وجہ ہو۔ جس کے ساتھ وہ دل کھول سکے۔ جہاں جج ہونے کا خوف نہ ہو۔ جہاں وہ اپنا ہر روپ، ہر مرحلہ کھل کر جی سکے۔ وہ اللہ کی طرف کی راہ اس کے لیے آسان کرے۔ وہ جب جب اسے دیکھے تو اسے رب یاد آئے، اس کی سانسوں میں سکون اتر جائے۔ وہ ایک ایسا شوہر ہو جیسا بیٹا اس کو چاہیے۔

ہمیں چھوٹی سی عمر سے نصیب کی دعا کرنی نہیں سکھائی جاتی، رزق مانگنا نہیں سکھایا جاتا۔

جبکہ نصیب اور رزق ہر شے میں ہوتا ہے۔

اپنے بچوں کو کم عمری میں اتنا سمجھدار کریں کہ وہ اپنا نصیب اور رزق ضرور مانگیں۔آہستہ آہستہ وہ خود سمجھ جائیں گے کہ نصیب اور رزق میں کیا کیا آتا ہے۔

اور ایک دعا یہ ہے کہ ہر وہ خیر جو نبی کریم ﷺ نے اپنے لیے مانگی، وہ ہمیں ملے۔

اور ہر وہ شے جس سے انہوں نے پناہ مانگی، اللہ ہمیں اس سے پناہ دے۔

نوف یہ بھی کہتی تھی کہ اللہ شر والی محبت اور بیمار اور تباہ کر دینے والے عشق سے پناہ دے۔ ہماری کچھ دعائیں ہی ہماری زندگی کا نقشہ بدل دیتی ہیں اور ہم جان نہیں سکتے۔

اللہ پہ یقین کسی شے سے جڑ کر نہ کریں، یقین اور شے تو ٹوٹ جاتی ہے۔ اللہ پہ یقین اللہ سے جڑ کر کریں کیونکہ وہ کبھی نہیں ٹوٹتا اور وہ آپ کا بھی خیال رکھے گا۔ خود کو اللہ کے امان میں دیں۔

زُمان کے گھر والے پہلے ہی نوف کو پسند کر چکے تھے۔ وہ بس ان کی نکاح کی تاریخ فائنل کروانے آنا چاہ رہے تھے۔

نوف کے بابا کو بھی زُمان پسند آیا تھا۔ جب زُمان کی تصویر نوف نے دیکھی تو وہ بولی۔

"یہ کہیں دیکھے دیکھے لگ رہے ہیں۔ ان کا نام کیا ہے؟"

"زُمان۔" نائل بولی۔

"زُمان۔" سن کر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کے بابا نے وجہ پوچھی تو بولی۔

"ایسے ایک نام کا میرا ایک کلاس فیلو رہا ہے۔ جس اسکول میں بچپن میں جاتی تھی وہاں پہ۔"

"ان کا فادر نیم کیا ہے؟"

"زُمان ذکاء۔" وہ دونوں ایک ساتھ بولے۔

"جی، یہ پھر وہی ہیں۔"

"چلو یہ تو اچھی بات ہے، تمہیں کچھ نہ کچھ تو یاد ہوگا۔ اگر بچپن میں تعلق اچھا تھا تو اب بھی اچھا رہے گا۔" نائل بولی۔

"ہے نا بابا، میں صحیح کہہ رہی ہوں نا؟"

وہاں زمان کو بھی اس بات کا علم تھا کہ یہ وہی نوف ہے۔

وہ تینوں بیٹھے اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے کہ بچی نے ہلا کر بولا۔

"نوف آنٹی، بابا کہہ رہے تھے آپ کو آنکھیں بہت پسند ہیں۔ آپ آنکھوں پہ لکھتی ہیں۔ تو میں نے آپ کو اپنی آنکھیں دی بنوا کر۔ کیا آپ کو میری آنکھیں پسند آئیں؟"

وہ مسکرا کر اس بریسلیٹ کو دیکھ رہی تھی۔

"بہت پیاری ہیں۔ اور یہ آنکھیں تو سب سے پیاری ہیں۔" اس کی آنکھیں بالکل اپنے باپ پہ گئی تھیں۔ وہ یہ لفظ بول نہ پائی۔ یہ وہ آنکھیں تھیں، وہ وجہ تھیں جن کی وجہ سے اس نے لکھنے کا آغاز کیا۔

"مازن، آپ کی وائف نہیں آئیں؟" نوف نے پوچھا۔

"طلاق ہو گئ۔" اس نے جواب دیا۔

زمان کو اس کے فرینڈ فوٹو شوٹ کے لیے سائیڈ پہ لے گئے۔ مازن وہیں بیٹھا تھا۔

"یہ وہ عطر ہے جو تمہیں پسند تھا۔ اور اس میں وہ یو ایس بی بھی ہے۔جو تم نے میرے بیگ میں ڈال دی تھی۔ میں کبھی واپس ہی نہیں کر پایا۔ میری ہمت ہی نہیں ہوئی۔ اور تم نے بھی کبھی مجھ سے بات نہیں کی۔ میں تمہاری کہانیاں اور شاعری بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ مگر تم کیسے رائٹر بن گئی۔امپاسبل سی بات لگتی ہے۔ تمہیں تو نفرت تھی ان سب سے۔" وہ بولا۔

وہ غور سے اس کی باتیں سن اس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کو بہت کچھ کہنا اور سننا چاہتا تھا۔ وہ اس کو کہنا چاہتا تھا۔

وہ جھولا جو ہم لے نہیں سکے۔

وہ سفر جو ہم گزار نہیں سکے۔

وہ 2012 جس میں ہم مرے نہیں۔

وہ باکس گیم جس میں تم ہار گئ۔

وہ ہینگ مین جو ہم کھیلتے تھے۔

وہ تمہارا "lover forever"

وہ تمہارا پسندیدہ مہرون رنگ جو کبھی میری گاڑی کا ہوا کرتا تھا۔

وہ میری نماز۔

وہ ہلکی دھوپ، ہلکی بارش میں مجھے مڑ مڑ کر دیکھنا تمھارا۔

وہ کمپیوٹر کی کاپی اور تمھاری رائٹنگ۔

اور وہ آنکھیں جو میرے سر سے ٹکرا جانے پہ ملی تھیں۔

وہ تمھارا پینسل کو گرا دینا۔

تمھارا ہر ایک فنکشن پہ پہنا ہوا ڈریس اور اس کا رنگ۔

وہ تمھارا نام۔

وہ تمھارا روز صبح آ کر مجھ سے باتیں کرنا۔

وہ آنکھیں، جن میں میں خود کو دیکھ کر بھی جھکا لیتا تھا۔

سب میں تم تھیں، میری زندگی تم تھیں۔

میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا مگر ہمت نہیں کر پایا۔ وہ سب بولنا چاہتا تھا۔

"میرے پل پل میں تھی تم، مگر تم میرے پاس نہیں تھیں۔"

نوف کے پاس وہ "جسٹ کیٹ" آج بھی تھی۔اور وہ سب یادیں موجود تھیں جو مازن کے پاس تھیں، مگر اس کی کہانی اور اس کے دل میں صرف وہ آنکھیں تھیں۔

وہ کہنا چاہتی تھی:

وہ آنکھیں صرف تمھاری تھیں۔

میری کہانی مکمل جن آنکھوں پہ، وہ آنکھیں تمہاری تھیں۔

میری غزل مکمل جن آنکھوں پہ، وہ آنکھیں صرف تمہاری تھیں۔

مگر وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔

"نوف۔" مازن بولا۔

"جی، بولیں۔"

"یہ لو میرج ہے؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"چلو تمہاری طرف سے نہ سہی، زمان کی طرف سے تو شروع سے لو ہی تھا۔"

"اور آپ کی میرج؟"

"میرج۔ جو میرج تھی یا نہیں۔ مجھے لگا شاید تھی، اور کمٹمنٹ آپ کہہ سکتی ہیں۔ میرے پاس کوئی آپشن نہیں تھا۔ یا میں نے خود کے لیے چھوڑا نہیں تھا۔ مجبوری، شورٹیج آف ٹائم اور اکیلے رہ جانے کا خوف۔"
"صحیح۔ صحیح۔ آپ زمان والی بات پہ مذاق کر رہے تھے نا؟"

"نہیں نوف، میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا۔ میں سب سے لڑ کر تمہیں سب بتا دیتا تھا۔ میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا۔ زُمان نے کبھی کہا تو نہیں ایسا کچھ ،نہ اب نہ بچپن میں۔ بولنے کی ضرورت تھی کیا؟ کچھ چیزیں آئینے کی طرح صاف ہوتی ہیں۔ انسان اس میں خود کو دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیتا ہے۔ آپ کے لفظوں میں کہوں تو... کچھ آنکھیں، انسان ان میں خود کو دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیتا ہے۔"

"آپ کی لائف کیسی ہے اب؟"

"میری تو چھوٹی سی لائف ہے۔ میں اور نوف..." نوف نے اپنا جھکا ہوا سر جب اٹھایا تو مازن اس بچی کو گلے سے لگا کر یہ بول رہا تھا۔

"نوف؟"

"جی آنٹی۔" وہ بولی۔

"میرا نام بھی نوف ہے۔" وہ اپنے بابا کے بال صحیح کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

وہ ایک خوشبو جس سے بچپن کی مہک آتی ہے۔

نہ جانے کتنی یادیں ساتھ لاتی ہے۔

مجھے پسند ہیں عطر اور چاند کی چاندنی۔

ہاں جاناں، ان میں تیری مہک آتی ہے۔

از منیبہ شہباز

عهد نیا

عہدِ نیا

کبھی کبھی فرار ممکن نہیں ہوتا۔

کبھی کبھی رب کی یاد کافی ہوتی ہے۔

جو مرہم دنیا سے نہیں ملتا ہے،

اس کے لیے رب سے بات کافی ہوتی ہے۔

اس کی ذات کافی ہوتی ہے۔

وہی ذات شافی ہوتی ہے۔

از منیبہ شہباز

ایک کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ موبائل کی ٹارچ جلی ہوئی تھی۔ ہر طرف دل کی شکل کے بھورے غبارے تھے جو چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ لڑکی موم بتیاں جلا رہی تھی جو زمین پر سجی ہوئی تھیں۔ زمین پر سجے سفید گلاب بہت حسین لگ رہے تھے۔ اور پیچھے لکھا ہوا تھا اٹھارویں سالگرہ مبارک ہو قمرینہ۔ یہ سجاوٹ خود قمرینہ نے کی تھی۔

قمرینہ اور یاہدینہ جڑواں بہنیں تھیں اور آج ان دونوں نے 18 برس کا ہو جانا تھا۔ دونوں ہم شکل ہونے کے باوجود بھی بہت، بہت مختلف تھیں۔ ان کی صرف شکل ملتی تھی۔ شخصیت بہت الگ تھی۔ یاہدینہ خاموش طبیعت، خود میں رہنے والی، زیادہ کسی سے بات نہ کرنے والی۔ اس کے برعکس قمرینہ زیادہ بولنے والی، دوستیاں بنانے والی، زندگی کو جینے والی لڑکی تھی۔

کچھ چیزوں سے آپ کا جنون وقت کے ساتھ بڑھتا ہے۔ کچھ اسی طرح قمرینہ میں سالگرہ منانے کا شوق بہت زیادہ تھا۔ قمرینہ اور یاہدینہ کے والدین ان کی سالگرہ بہت شاندار طریقے سے مناتے تھے۔ ہر سال ننیال اور ددیال دونوں طرف کے لوگ آتے تھے اور بھرپور محفل ہوتی تھی۔

آہستہ آہستہ وہ 13 برس کی ہو گئیں۔ وقت پانی کی طرح ہاتھوں سے پھسل رہا تھا۔ ان کی 13ویں سالگرہ پر قمرینہ اور یاہدینہ نے کہا کہ اب سے ہم اپنی فیملی میں سادہ طریقے سے سالگرہ منائیں گے۔ قمرینہ بولی کہ سب مل کر سجاوٹ کریں گے، یادیں بنائیں گے، تیار ہوں گے، تصاویر لیں گے، کیک کاٹیں گے۔

یہ سب پہلے بھی ملتا تھا مگر شاندار تقریب کی وجہ سے وقت کم پڑ جاتا تھا۔ لوگ ناراض بھی ہو جاتے تھے۔ خاندانی تصاویر بھی نہیں ہو پاتی تھیں۔ والدین نے بھی مان لیا کہ اب بچے بڑے ہو گئے ہیں تو وہ سب اپنی پسند سے کریں۔

15 سال کی عمر میں یاہدینہ نے کہنا شروع کیا کہ اسے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ اسے اپنی سالگرہ منانی نہیں تھی۔ اس نے کہیں سنا تھا کہ یہ سب صحیح نہیں ہے مگر تحقیق نہیں کی اور اس کے دل میں یہ بات رہ گئی۔ قمرینہ اور یاہدینہ کی بہت لڑائی ہوئی۔ آخر یاہدینہ قمرینہ کی بات پر خاموش ہو گئی کہ ہم خاندانی تصویر لیتے ہیں، تیار ہوتے ہیں۔ تم یہ سب کیوں کر رہی ہو؟ یہی تو موقع ہوتا ہے کہ بابا بھی دفتر سے وقت نکال کر آ جاتے ہیں۔ ورنہ ہم سوئے ہوتے ہیں تو وہ آتے ہیں اور ہمارے اسکول جانے پر وہ سوئے ہوتے ہیں۔

اس پر وہ خاموش ہو گئی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تم اکیلے کر لو۔ میں تصویر میں آ جاؤں گی، مگر قمرینہ بولی کہ ہم جڑواں ہیں۔ ہر سال سالگرہ سے پہلے ان کی لڑائی ایک معمول بن گیا تھا۔ آخر 3 سال لڑنے کے

بعد اور ہار کر قمرینہ کی بات مان جانے کے بعد یاہدینہ نے اپنا فیصلہ سنایا۔ یہ اس کی 18ویں سالگرہ سے ایک دن پہلے کی بات ہے۔

" جب سے ہماری نوعمری شروع ہوئی ہے۔ ہمارے ماں باپ نے ہم پر چھوڑا ہے کہ سالگرہ کیسے منانی ہے، کہاں منانی ہے اور کس طرح منانی ہے۔ منانی بھی ہے یا نہیں منانی۔ ہمیں کسی قسم کا دباؤ نہیں ہے۔ پہلے انہوں نے اتنے سال کیے، وہ ان کی مرضی تھی۔ اب یہ ہم پر ہے کہ ہم کریں یا نہ کریں۔ اور میں تمہیں منع نہیں کر رہی۔ تم کرو مگر مجھے نہیں کرنی۔" اب کی بار یاہدینہ سب دلائل ساتھ لے کر آئی تھی۔ سالگرہ منانے کی روایت اسلام سے نہیں آئی بلکہ پرانی تہذیبوں سے شروع ہوئی۔

قدیم تہذیبیں:

• قدیم مصری: فرعونوں کی "سالگرہ" دراصل ان کی بادشاہت یا خدائی حیثیت حاصل کرنے کی خوشی ہوتی تھی۔

• قدیم یونانی: وہ اپنے دیوتاؤں کی سالگرہ مناتے تھے، خاص طور پر دیوی آرٹیمس کے لیے کیک اور موم بتیاں رکھتے تھے۔

• قدیم رومی: عام لوگوں کی سالگرہ منانے کا آغاز یہیں سے ہوا۔

ابتدائی عیسائی سالگرہ کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ غیر مذہبی (بت پرستانہ) رسم تھی۔

• بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش (کرسمس) منائی جانے لگی۔

• آج کی جدید سالگرہ (کیک، موم بتیاں وغیرہ) خاص طور پر یورپ (جرمنی) میں قرونِ وسطیٰ کے دوران عام ہوئی۔

اسلامی نقطۂ نظر (جو اسے حرام کہتے ہیں):

کئی علماء سالگرہ کو حرام یا بدعت قرار دیتے ہیں، ان دلائل کی بنیاد پر:

نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنی سالگرہ نہیں منائی، نہ ہی صحابہ کرام نے۔

حدیث:

"جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔"

(صحیح بخاری 2697، صحیح مسلم 1718)

بدعت:

دین میں نئی عبادت یا رسم شامل کرنا بدعت کہلاتا ہے۔

حدیث:

"ہر بدعت گمراہی ہے۔"

(صحیح مسلم 867)

غیر مسلموں کی مشابہت:

کچھ علماء کے نزدیک سالگرہ منانا غیر مسلموں کی رسم کی نقل ہے۔

حدیث:

"جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ انہی میں سے ہے۔"

(سنن ابوداؤد 4031)

دوسرا مؤقف (جو اسے جائز کہتے ہیں):

کچھ علماء کا کہنا ہے کہ سالگرہ حرام نہیں بلکہ جائز ہو سکتی ہے اگر:

- اسے دینی عبادت نہ سمجھا جائے
- صرف ایک ثقافتی/سماجی تقریب ہو
- اس میں کوئی حرام کام نہ ہو

ان کے دلائل:

- اسلام ہر نئی چیز کو منع نہیں کرتا
- قرآن میں واضح طور پر سالگرہ کی ممانعت نہیں آئی

یاہدیہ بولی:

اب تک تم سمجھ گئی ہو گی میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے لیے یہ بہتر نہیں لگ رہا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ حرام ہے مگر اگر یہ مشابہت ہے تو ہے، اور اس پر حدیث میں تمہیں بتا چکی۔ میں ان میں سے نہیں ہونا چاہتی۔ میں کئی سال تمہاری بات مانتی رہی، اب نہیں۔ ہر کسی کا اپنا وقت ہوتا ہے سیکھنے کا۔ جب اللہ نے تمہیں کچھ سکھانا ہوگا، بتانا ہوگا، وہ خود تمہارے دل میں ڈال دے گا۔ میرا دل مطمئن نہیں، اس لیے اب تم کسی قسم کی ضد نہ کرنا۔ ہاں کچھ چیزیں ہیں۔

کب سالگرہ واضح طور پر حرام بن جاتی ہے؟

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ان چیزوں کا شامل ہونا ہو تو یہ حرام ہے:

• غیر محرم مرد و عورت کا اختلاط

• موسیقی/ناچ گانا (بعض آراء کے مطابق)

• فضول خرچی (اسراف)

• دکھاوا (ریاکاری)

قرآن:

"بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔"

(سورہ بنی اسرائیل 17:27)

اب مجھے یہ بتاؤ کیا یہ سب چیزیں ہر سالگرہ میں ہوتی ہیں یا نہیں؟۔ میں مانتی ہوں ہم نے یہ سب بچپن سے دیکھا ہے۔ تب بھی گانے چلتے تھے یا وہاں جو سب رشتہ دار آتے تھے وہ محرم تو نہیں ہوتے تھے نا۔ آج کل کے لوگ تو مشہور شخصیات سے اثر لیتے ہیں اور وہ لوگ ایک ایک مہینہ تقریبات چلاتے ہیں۔

"مگر میں کسی سے متاثر نہیں ہوں۔ قمرینہ بولی۔

"ہاں میں جانتی ہوں قمرینہ، میں ایک عمومی بات کر رہی ہوں۔ تبھی تو کہا کہ ہم نے بچپن سے دیکھا۔ مگر 13 کے بعد ہمارے اوپر تھا۔ تم خود سوچو تم سجاوٹ پر جو پیسہ ضائع کرتی ہو وہ الگ۔ اور تم 6 ماہ پہلے جو تیاری کرتی ہو وہ کیا ہے؟ جو وقت کسی خیر میں لگ سکتا ہے وہ تم اس فضول سی چیز میں گزار دیتی ہو۔

کبھی کبھی 6 ماہ کیا، تم تو سالگرہ ختم ہونے کے اگلے دن ہی شروع ہو جاتی ہو کہ اگلی ایسی کرنی ہے۔ یہ موضوع چاہیے، یہ رنگ ہونا چاہیے، یہ روشنیاں، یہ کیک۔ کیک بھی خاص آرڈر کے۔ تم خود سوچو کیا یہ سب صحیح ہے؟ تم اپنا وقت لو، جب تک تمہیں لگتا ہے تم تیار نہیں، تم جاری رکھو۔ اور مجھے پتا ہے ایک دن تم بھی سمجھ جاؤ گی۔ ان کا بہتر متبادل یہ ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں، نفل عبادت کریں، صدقہ دیں، دعا کریں ۔ان سب کے ساتھ میں نے روزہ رکھنے کا سوچا ہے۔ میں یہ عمل کرنا چاہتی ہوں۔ تم جو کرنا چاہتی ہو کرو۔" یاہدینہ بولی۔

" تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تمہیں پتا ہے ان چیزوں پر کتنے جذبات لگے ہوتے ہیں۔ ایک ایک لمحہ سوچو اور پھر سب اصل میں ویسا کرو۔ میرے جذبات کی کوئی قدر نہیں تمہیں۔ میں جانتی ہوں تم نے کبھی نہیں کہا مگر مجھے یہ چیز اگر کوئی میرے لیے کرے تو اچھی لگے گی۔ مگر میرے لیے کوئی کرتا نہیں، اس لیے میں سب کے لیے کر کے خوش ہو جاتی ہوں۔ اندر کی خلا کو بھرنے میں بہت وقت لگتا ہے۔"

جب کوئی فیصلہ سناتا ہے نا، تو وہ بہت پہلے ہی دل میں اس چیز کو چھوڑ چکا ہوتا ہے۔ تم دونوں جڑواں ضرور ہو مگر زندگی اپنی اپنی ہے۔ جس نے جو فیصلہ کیا ہم اس میں اس کا ساتھ دیں گے۔ اس کے ماں باپ نے یہ سب سننے کے بعد کہا۔

"قمرینہ، آپ سالگرہ کرنا چاہتی ہیں تو کریں۔"

"مگر میں خاندانی تصویر بھی چاہتی ہوں۔" وہ بولی۔

"ہاں وہ ہم لے لیں گے۔ اور یاہدینہ، آپ باقی روزے کے ساتھ جو کرنا چاہتی ہیں وہ کریں۔" کئی سال ایسے ہی گزر گئے۔

آج 2015 کو گزرے 10 سال ہو گئے تھے۔ یکم جنوری 2025 تھا۔ کل ان دونوں کی سالگرہ تھی۔ یاہدینہ کو کئی سال گزر چکے تھے، اس نے کبھی سالگرہ نہیں منائی تھی اور قمرینہ ہر سال مناتی تھی۔

قمرینہ اپنے کمرے سے نکل رہی تھی کہ اس نے اپنے ماں باپ کو بات کرتے سنا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا ہم نے یہ کیا کر دیا۔ ہر سال یہ دن آتا ہے تو میں خود کو دو حصوں میں تقسیم پاتا ہوں۔ بظاہر دونوں اپنی جگہ ٹھیک لگتی ہیں۔ مگر شاید غلطی ہماری ہے۔ ہم نے اپنے بچوں کو وہ دینے کی کوشش کی جو ہمیں نہیں ملا۔ جو بظاہر اچھا لگتا تھا۔ مجھے رشک آتا ہے کہ ہمارے بچے دین کے کتنے قریب ہیں۔ اگر مجھے اس وقت اتنی عقل ہوتی تو میں یہ چیز اپنی اولاد میں جانے ہی نہ دیتا۔" اپنے باپ کی یہ بات سن کر وہ ہل کر رہ گئی۔

"انسان کی زندگی وہ نہیں ہوتی جو وہ جی رہا ہوتا ہے۔ اس کا حال اس کے مستقبل کی عکاسی کر رہا ہوتا ہے۔ جو برائی آپ میں ہے اور آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی اولاد میں آئے، اسے آج سے ہی ترک کر دیں۔ کیونکہ اللہ بہترین دیتا ہے اس گناہ کو چھوڑنے کا صلہ جو آپ نے صرف اس کے لیے چھوڑا۔"

قمرینہ ساری رات کروٹیں بدلتی رہی، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ 2018 میں یاہدینہ کی کہی ہوئی ایک ایک بات اب اس کے دل پر اثر کر رہی تھی۔ وہ خود کو صفائیاں دینا بھی چاہ رہی تھی مگر نہیں دے پا رہی تھی۔ کسی شے کو حلال کرنے کے لیے آپ سو فتوے ڈھونڈ سکتے ہیں، مگر دل کا فتویٰ سب سے اوپر ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ نیکی وہ ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو جائے، اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتا رہے اور سینے میں بے چینی پیدا کرے، چاہے لوگ تمہیں فتویٰ دے دیں (کہ یہ ٹھیک ہے)۔"

مسند احمد: 18006

سنن الدارمی: 2533

کہتے ہیں نا ہر شے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ خاص طور پر ہر شے کو سمجھنے کا۔ شاید یہی وہ وقت تھا جب اس کو سب سمجھ آنا تھا۔ کہتے ہیں نا اولاد آپ کو بدل دیتی ہے۔ انسان نے خود جو بھی کیا ہو، وہ اپنی اولاد کے لیے کبھی برا نہیں چاہتا۔ قمرینہ بدلی تھی، اس کا دل بدلا تھا صرف اولاد کے نام پر۔ اللہ جانتا ہے کون کیسے بدل سکتا ہے۔

2 جنوری 2025، یہ وہ دن تھا جس دن ان دونوں کی سالگرہ تھی۔ معمول کے مطابق سب تیار تھا۔ فیملی فوٹو لینے کا وقت تھا تو قمرینہ بولی۔

"مجھے آپ سب کو ایک بات کہنی ہے۔ یہ میری زندگی کی آخری سالگرہ ہے، مطلب یہ کہ آگے سے یہ کیک سجانا یا یہ سب میں نہیں کروں گی۔ کیونکہ جو شے یا شر میں اپنی اولاد میں نہیں دیکھ سکتی، وہ مجھے اپنے اندر سے بھی ختم کر دینا چاہیے۔"

وہ اپنے بابا کو دیکھ کر نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔ اس کی یہ بات سن کر اس کے بابا کی آنکھوں میں آنسو آئے مگر وہ پی گئے۔ اس کی ماما اور بہن نے شکر کیا اور آنکھوں میں آنسو کے ساتھ اسے گلے لگا لیا۔

"مجھے سالگرہ کا اتنا اس لیے ہوتا تھا کہ ہم سب ساتھ ہوتے تھے، ہنستے تھے، وقت گزارتے تھے، ہماری یادیں بنتی تھیں۔ ورنہ کہاں وقت ملتا ہے۔ اور کیک زیادہ تر صرف سالگرہ سے ہی جوڑا جاتا ہے۔ عام طور پر کوئی کیک لیتا ہی نہیں تھا پہلے۔ اب خیر زمانہ بدل چکا ہے۔ بس یہی سب سوچ میں، چاہتے ہوئے بھی کبھی چھوڑ نہیں پائی۔" قمرینہ بولی۔

"میں نہیں جانتی کسی کے لیے کیسی ہوتی ہے سالگرہ، مگر میرے لیے شر تھی۔ ہر کوئی صرف خوش لمحے دیکھتا تھا، کسی کو پیچھے کی اتنی لڑائی کی خبر نہ ہوتی تھی۔ کتنے آنسو ہوتے تھے۔ شاید یہ سب اس لیے کہ اس دن انسان اپنے خالق کو چھوڑ کر مکمل طور پر اس دنیا میں آیا ہوتا ہے۔ پہلے وہ اس کی امان میں ہوتا ہے، اور پھر اس کی وہ زندگی شروع ہو جاتی ہے جو ایک امتحان ہے۔ میں گانے بھی سنتی تھی سالگرہ پر، یہ بھی حرام میں ہی جاتا ہے۔ کسی کا پتہ نہیں، مگر میرے لیے حرام ہے، اور میں اس حرام کو اپنے رب کے لیے چھوڑتی ہوں۔ یہ میرا عہد ہے، خود سے، میرے رب سے۔ ایک نیا عہد، ایک نئے سفر، ایک نئی کہانی کا عہد۔" وہ یہ کہہ کر سجدۂ شکر کرنے لگی۔

2 جنوری 2026، طوافِ کعبہ کرتے ہوئے اس کو اپنا یہ سارا سفر یاد آ رہا تھا۔ ایک سال گزر چکا تھا اور وہ ذہنی طور پر آزاد تھی۔ نہ سجاوٹ کی ٹینشن، نہ ترتیب کی، نہ کیک آرڈر کرنے کی، اور نہ اگر کیک منسوخ ہو جائے تو کیا کریں گے۔ وہ سب سے پاک ہو چکی تھی۔ وہ شر جسے وہ رب کے لیے چھوڑ آئی تھی، اس کا پھل اسے اللہ نے اپنا قرب دے کر دیا۔

وہ ساری فیملی حرم کے صحن میں طواف کر رہی تھی۔ یاہدینہ اور قمرینہ ہاتھ پکڑ کر چل رہی تھیں۔

"یاہدینہ، اگر تم اس سفر کا آغاز نہ کرتی تو شاید میں کبھی اس سفر کا حصہ نہ بنتی۔" قمرینہ بولی۔

یاہدینہ کے اس ایک قدم نے نہ صرف قمرینہ کی زندگی بدلی بلکہ اس کی بہت سی دوستوں نے بھی سالگرہ منانا چھوڑ دیا تھا۔ قمرینہ اور یاہدینہ طواف مکمل کر کے حطیم میں گئیں، وہاں دونوں کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگ کر اللہ سے توبہ کر رہی تھیں، اور شکر گزار تھیں کہ اللہ نے انہیں اس طرح ہدایت دی کہ ان کی باقی کی عمر ضائع ہونے سے بچ گئی۔

ہمارے نام

ہمارے نام

مجھے رحمت کی وہ بارش چاہیے۔

جو برسے تو غم دھل جائیں۔

جو برسے تو رب مل جائے۔

جو برسے تو یعقوب کو یوسف مل جائیں۔

جو برسے تو ہم مل جائیں۔

از منیبہ شہباز

یہ اس کے نکاح کا دن تھا۔ وہ نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے رو رہی تھی۔ نکاح کے بعد ایک طویل فوٹو سیشن ہوا، جہاں ان کی پریوں کی سی کہانی مکمل ہوئی۔ وہ دونوں مسکرا رہے تھے اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اگر کہتے کہ وہ زمین پر تھی تو بالکل ایسا نہیں تھا، وہ آسمان پر تھی اور اُس آسمان کا چاند اُس کا تھا۔

ایک سال مکمل نہ ہوا تھا، اسے عمرہ کیلئے آئے اور اُس کی وہ خواہش پوری ہو چکی تھی، جو شاید وہ وہاں لے کر بھی نہیں گئی تھی۔ اب نکاح سرٹیفکیٹ پر اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ پڑھ کر مہروبہ خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی تھی۔

مہروبہ اور نورال کا نکاح ہو گیا۔

"میں جیت گئی، میں اُس کو جیت گئی، وہ میرا ہو گیا۔" وہ ہنس ہنس کر بول رہی تھی۔ وہ اُسکو خوشی سے زیادہ جیت سمجھتی تھی۔ ایک ایسا تاج جو وہ سر پر سجا لے۔ وہ سر کا تاج تھا یا گلے کا ڈھول، یہ تو صرف گزرا ہوا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

مہروبہ سے نورال کا ملنا ایک معمولی سی بات تھی، اور ان کی شادی ہو جانا تو بالکل بڑی بات نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک جیسی سوچ رکھتے تھے۔

اوپن ریلیشن شپ میں رہے، یہ لوگ زیادہ سوچتے نہیں تھے۔ دونوں نے شادی بھی اسی بات پر کی تھی کہ "چل گئی تو ٹھیک، نہ چلی تو ہم دونوں الگ ہو جائیں گے۔ تب تک ساتھ رہیں گے جب تک ساتھ رہ سکیں گے۔" وہ دونوں خودغرض تھے۔ اور مہروبہ بہت سے ایسٹھیٹک پروسیجرز سے گزر چکی تھی۔

اُس کو اپنی ناک کا کمپلیکس شروع سے تھا، مگر بیوٹی ٹریٹمنٹ سے اُس نے خود کو ٹھیک کروا لیا تھا، مگر ابھی بھی وہ زیادہ سائیڈ پوز یا ہِڈن پکچر ہی پسند کرتی تھی کہ اُس کے فیشل فیچرز پر زیادہ غور نہ کیا جائے۔ وہ اپنے ساتھ نورال کو ہمیشہ ایسے دکھاتی تھی جیسے لنگور کے ہاتھ انگور آ گیا ہو۔ وہ اپنا آپ حسین محسوس کراتی تھی۔ نورال برا نہیں دکھتا تھا، مگر اس کے ساتھ کھڑا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کی شخصیت میں نہ کوئی دلکشی نظر آتی تھی اور نہ کوئی حسن۔

نورال ایک کاروباری شخص تھا جس نے آٹھویں کلاس میں فیل ہونے کے بعد پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ وہ اپنے باپ کا کاروبار سنبھالتا تھا۔ جبکہ مہروبہ گریجویٹ تھی اور علم میں بھی اُس کو برتری حاصل تھی، اور وہ اسے ہر طرح سے احساسِ کمتری میں مبتلا کرتی تھی۔ اُس کے والدین بھی کافی امیر تھے، اور زیادہ تر لوگ اس شادی کو پیسوں پر کی گئی شادی کہتے تھے۔ اور کہتے بھی کیوں نہ؟ نورال خود بھی دکھاوا کرتا تھا کہ آج بھابھی کے گھر والوں نے گاڑی دی، آج ہم یہاں گئے، آج ہم وہاں گئے۔

وہ زمانے کے ساتھ بھی دوڑ میں تھا، مگر خود اپنے ساتھ بھی مقابلہ کر رہا تھا۔ اسی لیے اسے "جورو کا غلام" جیسے الفاظ بھی برے نہیں لگتے تھے۔ اُس کے گھر والے بھی جہیز کے لالچی تھے، مگر پھر بھی اُس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ شادی نہ کرو۔

انسان اپنے کمپلیکس اور ان سیکورٹیز الگ الگ طریقے سے ڈیل کرتا ہے۔ کچھ لوگ کسی اور کو کمپلیکس میں ڈال کر یہ سب ٹریکل کرتے ہیں کہ کسی کی کمی پر فوکس کروا دیا جائے۔ یا پھر کچھ لوگ خود میں ہر وہ چیز چینج کر دیتے ہیں اور ساتھ ڈریسنگ ایسی کر لیتے ہیں کہ لوگوں کی نظر صرف ان کی نعمتوں پر جائے۔ جیسے کہ کپڑے، کارز، بیگز، شوز وغیرہ۔ اور انسان یہ دونوں کام کرتا ہے۔

ہم لوگ دوسروں کو امپریس کرتے کرتے اپنا آپ کھو دیتے ہیں۔ خود کو مکمل کرتے کرتے خود کو خالی کر دیتے ہیں۔ جب کہ حقیقی خوشی اللہ کے بنائے ہوئے شکل و صورت پر خوش ہونے میں ہے۔

موٹا ہو جانا یا پتلا ہو جانا ایک حد تک آپ کے اختیار میں ہے۔ مگر اپنے مرضی کا رنگ، قد یا پھر فیچرز نہیں لے سکتا، اگر آپ کوئی طبی ٹریٹمنٹ نہ لیں تو۔ جب کہ اللہ کہتا ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

سورۃ التین (95:4)

"بے شک! ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔"

آپ کی آنکھیں، آپ کا رنگ، آپ کا قد سب کچھ جو آپ میں ہے، ایک پہیلی کے ٹکڑوں کی طرح ہے، بالکل اُس ہی جگہ پر اور ویسے ہی جیسے ہونا چاہیے تھا۔ کچھ خامیاں صرف ہماری نظر میں ہیں، اللہ کے لیے ہم سب کامل ہیں۔ اُس نے ہمیں بالکل ویسے ہی بنایا جیسا وہ چاہتا تھا۔ ہر شخص خوبصورت ہے، بس

دیکھنے والی آنکھ چاہیے جو ہر چیز میں اپنے رب کی قدرت کو تلاش کرے۔ جس دن انسان اللہ کی بنائی اور دی ہوئی چیزوں پر خوش ہونا شروع کر دے گا، زندگی آسان ہو جائے گی۔ جس چیز کا بوجھ اللہ نے آپ پر نہیں ڈالا، وہ آپ خود اپنے اوپر کیوں لے رہے ہیں۔ جس چیز سے آزادی رب نے دی، آپ اس چیز کی قید میں جانا کیوں چاہتے ہیں۔ ہمارے معیار بہت اعلیٰ ہیں اور وہ ہمارے ہیں بھی یا صرف نیئر ٹو بلونگنگ کی وجہ سے ہیں، ہم یہ سمجھ نہیں پاتے۔ جو چیز ہمیں پسند ہے وہ اس لیے پسند ہے کہ ہمیں پسند ہے، اصل میں پیر پریشر ہے یا پھر معاشرے اور میڈیا کی وجہ سے۔

مہروبہ اور نورال اوپن ریلیشن شپ میں تھے۔ نورال ملک کے اندر لوگوں کے ساتھ رابطے میں تھا اور گھومتا تھا، مگر مہروبہ اپنے ایک خاص دوست کے ساتھ ملک سے باہر بھی چھٹیاں گزار چکی تھیں۔ ان کے لیے یہ سب بڑی بات نہیں تھی، عام سی باتیں تھیں۔ نورال کی زبان میں کہا جائے۔ تو جہل لوگ سوچتے ہیں کہ یہ کوئی بڑی بات ہے۔ ماضی تو سب کا ہوتا ہے۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کا ماضی بھی تھے، حال بھی اور مستقبل بھی بن گئے، جب تک انہیں لگا کہ یہ رشتہ چل سکتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دونوں رشتہ رکھنے کے بعد، بریک اپ کے بعد، اس شخص کو اپنا بھائی یا بہن بنا لیتے تھے۔

ان کی زندگی ایک مکمل خوشگوار مثال تھی۔ مختلف ممالک کے سفر اور شادی کے بعد سب سے پہلے سعودی عرب جانا، عمرہ کرنا ایک معیار تھا۔ جو وہ سب حاصل کر چکے تھے۔ اب زندگی عملی ہو چکی تھی۔ وہ عام باتیں ہر چیز بتانا اچھا نہیں لگتا۔ عملی زندگی اوپن ریلیشن شپ جیسی نہیں ہوتی۔ آپ کو اپنے پارٹنر کی ہر چیز سہنی پڑتی ہے۔ خوشی، غم، بیماری، تندرستی، غصہ، محبت، سب کچھ۔ کبھی کبھی جب آپ ایک چھت کے نیچے رہنے لگتے ہیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ یہ وہ شخص ہی نہیں جس کے لیے میں پاگل تھا یا وہ پاگل تھی۔ سب دلکشی، سب کچھ ختم، یہ سب صرف ظاہر کی بات رہ جاتی ہے۔ اُس وقت آپ کو وہ ماں باپ کا گھر یاد آتا ہے، جو اس ہی ساتھ رہنے والے شخص کی وجہ سے قید خانہ لگتا تھا۔

زندگی میں بچپن میں سنتے تھے کہ محبت کی شادی کامیاب نہیں ہوتی، وجہ سمجھ نہیں آتی تھی۔ مگر آج آتی ہے۔ دونوں پارٹنر وفادار بھی ہوں تب بھی ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں، یہ فطرتِ انسانی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو قبول کر کے بھی ماضی قبول نہیں کر پاتے۔ وہ بظاہر راضی ہوتے ہیں مگر دل نہیں مانتا۔ اور کبھی کبھی شیطان کا بھی اس میں بہت کردار ہوتا ہے۔ اور شادی ہونے کے 6 ماہ کے اندر آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ شادی کیسی رہے گی؟ آپ کا فیصلہ صحیح تھا یا غلط؟ مگر اُس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نہیں چلی تو الگ ہو جائیں گے۔ اور اگر اولاد ہو جائے، وہ تو پھر آگے بڑھنے والوں کو بھی بڑھنے نہیں دیتی۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

"چار لوگ ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ والدین سے ناراض، اپنی بیوی سے تنگ لیکن اس سے الگ نہ ہونے والا یعنی طلاق نہ دے، حرام مال کھانے والا، اور مظلوم پر ظلم کرنے والا۔"

حوالہ حدیث:

مسند احمد، حدیث نمبر 23418

سنن الترمذی، حدیث نمبر 3511

ابن ماجہ، کتاب الدعوات، حدیث نمبر 3843

ہمارے یہاں کہا جاتا ہے کہ حلال کاموں میں سب سے برا عمل طلاق دینا ہے۔ یا وہ جگہ کاپ جاتی ہے جہاں طلاق ہوتی ہے۔ ہمارا دین خیر کا دین ہے، اس میں عزت اُچھالنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ بہتر

طریقے سے الگ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں ممکن ہو، وہاں صلح کا بھی حکم ہے، لیکن اگر دونوں شخص جان چکے ہوں کہ ان کا گزارہ ایک ساتھ نہیں ہو سکتا، تو ساتھ رہنا ظلم ہے۔ ڈاکٹر اسرار کہتے ہیں کہ شاید اللہ نے اُس کے لیے کوئی خیر تمہارے بعد لکھی ہو اور تمہارے لیے اُس کے بعد۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

"مَن سَمَّى نَفسَهُ بِسَماً فَلْيَذْكُرْ أَبَاهُ مَعَهُ"

یعنی: جو شخص اپنے نام کے ساتھ نام رکھے، اسے اپنے والد کا نام بھی ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔

• سنن ابی داؤد، کتاب الاسماء، حدیث نمبر 3529

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَبِأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ."

ترجمہ:

"یقیناً تم روز قیامت اپنے ناموں اور اپنے باپ کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے، پس اپنے نام اچھے رکھو۔"

سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4948

ہمارے دین میں اولاد کے نام کے آگے صرف باپ کا نام لگانے کا حکم ہے۔ اور یہاں بعض بیویاں شوہر کا نام بھی لگوا لیتی ہیں، جو بالکل درست نہیں ہے۔ کچھ لڑکیوں کی ایک سے زیادہ بار طلاق یا خلع کا معاملہ ہوتا ہے۔ اور وہ ہر بار اپنے آگے لگنے والا نام بدلتی ہیں، جو کہ مناسب نہیں۔

اسلامی اصول:

•ہر شخص کی اپنی شناخت اور نسب واضح ہونا چاہیے۔

•عورت کا نام اس کے والد یا خود کے نام سے جڑا ہونا چاہیے، نہ کہ شوہر کے نام سے۔

•شادی کے بعد عورت کا نام بدلنا یا شوہر کے نام سے جوڑنا سنت یا فرض نہیں ہے۔

حدیث و فقہ کی بنیاد:

•جس طرح مرد کے والد کا نام ساتھ ضروری ہے، اسی طرح عورت کا نام اپنے والد یا اپنے اصل نسب کے ساتھ ہونا چاہیے۔

•علماء کا کہنا ہے کہ شادی کے بعد عورت کا نام شوہر کے نام کے ساتھ نہیں لکھنا چاہیے، کیونکہ یہ عورت کی اصل شناخت اور نسب کو چھپانے والا عمل ہو سکتا ہے۔

اسلامی عملی مثالیں:

•قانونی کاغذات (مثلاً نکاح نامہ، شناختی کارڈ) میں عورت کا نام شوہر کے نام کے بغیر لکھا جاتا ہے۔

•عرفی طور پر لوگ شادی کے بعد "بیگم" یا "بیوی" کے القاب استعمال کر سکتے ہیں، مگر نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا شرعی طور پر لازم یا مستحب نہیں

عربیت اور نسب کا تحفظ:

اسلام قرآن و حدیث کی روشنی میں چاہتا ہے کہ انسان کو اپنے والد کے نام کے ساتھ پہچانا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ان سے ان کے (باعثِ نسب) باپ کے ناموں سے پکارا کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے۔"

(سورۃ الاحزاب: 5) اسی آیت کی بنیاد پر علما فرماتے ہیں کہ اصل نسب ہمیشہ باپ سے ہوتی ہے۔

حدیث سے دلیل:

علما کی رائے کے مطابق:

سنت میں ایسا کوئی مخصوص قول یا عمل موجود نہیں کہ عورت شادی کے بعد شوہر کے نام کو بطور نسب اختیار کرے۔ فاطمہ زہراؓ، عائشہؓ وغیرہ سمیت صحابیہؓ اور پیغمبر ﷺ کی زوجاتؓ اپنے اصل باپ کے نام کے ساتھ جانی جاتی تھیں، نہ کہ شوہر کے نام سے۔

جو چیز ہمارے دین میں، ہمارے نبی ﷺ نے نہیں کی، یا ان کے بعد کسی صحابی یا صحابیہ نے نہیں کی، تو وہ بدعت میں شمار ہو جاتی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ نام ساتھ نہ لگایا جائے۔

مہروبہ اور نورال ساتھ تو تھے، کبھی کبھی ان کا آپس میں جھگڑا ہو جاتا۔ دونوں کی شخصیات ایک دوسرے سے ٹکرا جاتی تھیں۔ دونوں میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو شادی سے پہلے پیاری اور خوبصورت لگتی تھیں، وہ اب بری لگنے لگیں۔ وہ آواز جسے سن کر سکون ملتا تھا، آج اسی پر غصہ آتا تھا۔ مگر وہ پھر بھی دکھاوا کرتے کہ سب ٹھیک ہے، جبکہ وہ دونوں ہی اس شادی کو غلط سمجھتے تھے اور سوچتے تھے کہ جب سب گھر والوں نے منع کیا تھا کہ یہ رشتہ زیادہ دیر نہیں چلے گا، تو یہ ایک غلطی ہوگی۔

نہ کہنے کے باوجود ہماری ہاں ہو جانا، یہ سب شروع سے ہی غلط تھا۔ گھر والوں کی بات ماننی چاہیے تھی اور وقت لینا چاہیے تھا، مگر بہت جلدی کر دی گئی۔ اب ان کو اپنا یہ ساتھ غلط لگتا تھا۔ وہ دونوں دو بچوں کے والدین ہونے کے باوجود خود کو مکمل نہیں کر پاتے تھے۔ ساری دنیا کی آسائش کے باوجود کچھ ٹھیک نہیں تھا، یہ بات وہ دونوں جانتے تھے مگر ایک دوسرے سے نہیں کرتے تھے۔ دنیا کے سامنے مکمل جوڑے لگنے کی اداکاری کرتے ہوئے، وہ نہ صرف سوشل میڈیا پر بلکہ حقیقی زندگی میں بھی اداکاری کر رہے تھے۔ وہ کھل کر بول نہیں پاتے تھے۔

نورال کو آج بھی اپنی پہلی محبت مہوینا یاد آتی تھی۔ وہ آج بھی اسے چاند جیسا سمجھتا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جسے مہروبہ نے ریپلیس کیا تھا، کیونکہ وہ مہوینا سے موو آن نہیں ہو پایا تھا۔ شادی کے اتنے سال بعد بھی نورال مہوینا کو یاد کرتا تھا۔ اس سے بات کرنے اور رابطہ کرنے کو ترستا تھا۔ اُس کی ہر کوشش ناکام گئی، اسے ریپلیس کرنے کی، بھلانے کی، موو آن کرنے کی۔ وہ آج بھی اُس کی تلاش میں تھا کہ کہیں موقع ملے اور یہ زندگی بدل جائے۔

جب وہ نکاح کے بعد پہلی بار عمرہ کے لیے گئے، وہاں بھی مہوینا ہی تھی۔ وہ بظاہر مہروبہ کے ساتھ تھا، مگر دل و دماغ میں مہوینا ہی تھی۔ وہ اُس وقت بھی خود سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے تو کعبہ کی دیوار پر ہمارے نام ساتھ لکھے تھے، پھر ہم جدا کیسے ہو گئے، مہوینا؟ تم مجھے کیوں نہیں ملی؟"

کہنے کو یہ اُس کا پہلا عمرہ تھا جو اپنی شریکِ حیات کے ساتھ کر رہا تھا، مگر اُس وقت مہروبہ دل میں سوچ رہی تھی۔

"آخری بار تو میں احمد کے ساتھ آئی تھی۔" رشتہ اگر دل سے نہ نکلے تو چاہے کعبہ میں بھی ساتھ کوئی اور ہو، یاد وہی آتا ہے۔

ہمارا قبلہ درست نہیں ہیں۔ ہمیں ایک سے زیادہ تعلقات میں کسی کو بھی چھوڑنا نہیں آتا۔ اور جو کامل جوڑے ساتھ لگتے ہیں سوشل میڈیا پر، ان کی کہانیاں زیادہ دردناک اور خوفناک ہوتی ہیں۔ اللہ زندگی میں بھی وہی دے جس کو جگہ اُس نے دل میں دی، ورنہ کتنے ہی لوگ کسی اور کی آنکھوں میں کسی اور کو دیکھتے ہیں۔ یہ آپ کی اپنی ذات کے ساتھ بھی ظلم ہے اور سامنے والے کے ساتھ بھی۔

ایک دن نورال اپنا موبائل ٹیبل پر رکھ کر شاور لینے گیا۔ مہروبہ نے اس کا موبائل پکڑا اور ہڈن فولڈر کھولا۔ وہ ایک بار دیکھتی ہی رہ گئی۔ نورال باتھروم سے باہر آیا اور مہروبہ کے ہاتھ میں فون دیکھ کر خاموش کھڑا رہا۔

"یہ کیا ہے؟ تم آج بھی وہیں ہو، تم نے موو آن نہیں کیا؟ مہوینا کی تصویر، یہ کب کی ہیں؟ یہ پرانی نہیں لگ رہیں۔ تم نے پھر اسے اسٹالک کرنا شروع کر دیا ہے؟ اس بار کیسے اور کس سے کروایا ہے؟ یہ کیا ہے؟" وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔

"وجہ چاہیے تھی؟ لو، میں نے دے دی۔" نورال نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"جتنے سالوں سے ہم ساتھ تھے، ہر لمحہ تم نے مجھے احساسِ کمتری میں رکھا جیسے تم مجھ پر کوئی احسان کر رہی ہوں، جیسے تمہارے پاس تو بہت سے آپشنز تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اُس وقت میرے پاس بھی بہت سے آپشنز تھے، مگر میں نے تمہیں چنا۔ آہستہ آہستہ، جب میں اپنی لاپرواہی کی وجہ سے ویسا خوبصورت نہ رہا، تو تمہیں سمجھ آ گئی کہ اب مجھے کوئی نہیں ملے گی۔ میری زندگی کے ہر پہلو میں تم نے میری کمزوری کا فائدہ اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ سب کچھ جاتا رہا۔ اب میں سمجھ چکا ہوں کہ ہر شے کو زوال ہے، ہر جذبے

کو زوال ہے، ہر احساس، ہر خواہش سب کو زوال ہے۔ اور دولت؟ اُسے بھی زوال ہے۔ کچھ بھی ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا۔ میرا حسن۔ میں اپنے عروج کے وقت ایک "چاکلیٹ بوائے" تھا، ہاں، مجھے خود پر غرور تھا کہ کوئی مجھے انکار نہیں کر سکتا۔ میں سب سے حسین ہوں۔ اور ہاں، مجھے ایک پرفیکٹ بیوی چاہیے تھی جو لمبی ہو، پیاری ہو، گوری ہو، پتلی ہو۔ میں ایسی بیوی چاہتا تھا جو مجھ سے بھی برتر ہو۔ میرے "پرفیکٹ" کی تعریف بس یہی تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ اور آج دیکھو میں ایک ناکام انسان بن گیا ہوں۔ ہاں، میں بظاہر ایک بزنس مین لگتا ہوں، مگر آج بھی میرے دوست ، مجھ سے زیادہ کامیاب محسوس ہوتے ہیں کیونکہ میں نے اسکول چھوڑ دیا اور تم تم تو گریجویٹ ہو۔۔کمیاں، کمیاں ہی ہوتی ہیں چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی، وہ رہ جاتی ہیں۔ مہوینا، میں اُسے ڈیزرو ہی نہیں کرتا۔ جو سوال میں نے اللہ سے کیا تھا، شاید یہی اُس کا جواب تھا کہ میں تم جیسی خود غرض عورت ہی ڈیزرو کرتا تھا، جسے صرف اپنا ہی خیال ہے۔ میں سنتا تھا جب تمہاری دوستیں کہتی ہیں کہ 'یہ کیا کیا؟ تم اس سے بہتر ڈیزرو کرتی ہو۔' ان لفظوں سے تمہیں تسکین ملتی تھی، تمہاری انا کو تقویت ملتی تھی۔ تم نے مجھے بس ایک لیبل کی طرح سجا کر رکھ دیا تاکہ تم خود کو برتر محسوس کر سکو۔ چاہتی تم بھی ہو کہ ہم الگ ہو جائیں، مگر نہیں کہتی۔ شادی سے پہلے ہمیں یہ سب مذاق لگتا تھا کہ شادی نہیں چلی تو کوئی نہیں، صحیح نہیں رہا تو الگ ہو جائیں گے۔

پتا ہمیں ایک مہینے میں ہی لگ گیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں، مگر ہم نے وقت لیا، خود کو مزید شامل کیا، مختلف ممالک گئے، مصروف رہے، مگر یہ کام نہیں کر رہا تھا اور اب بھی نہیں کر رہا۔ بات نہیں ہو پائی۔ دو بچے بھی ہیں، مگر کچھ ٹھیک نہیں۔ شادی میں نہ سکون ہے، نہ تم ٹھیک ہو اور نہ ہم۔"

"کیا تم نے اُس سے بات کی؟" مہروبہ نے کہا۔

"نہیں، میری اُس سے کوئی بات نہیں ہوئی، اور شاید کبھی ہو بھی نہ۔ اُس کا اور میرا کچھ نہیں ہو سکتا اور میرا تمہارا کچھ رہا نہیں۔" نورال نے کہا۔

آج وہ سب کچھ کہہ چکا تھا جو وہ کہنا چاہتا تھا۔ غلطیاں اُس نے بھی کی تھیں، اور اب وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ اسے آگے بڑھنا ہے۔ وہ ایک نیا سفر چاہتا تھا اپنا اور اپنے رب کا۔

اُس نے ہر چیز آزما کر دیکھ لی تھی، ہر جگہ سے بھاگ کر، ہر شے اپنا کر دیکھ لی تھی۔ لیکن اگر آپ کا تعلق اللہ سے نہ ہو، تو وہ کمی ہر تعلق میں نظر آتی ہے۔ جب اللہ کی خاطر انصاف کیا جائے، تو ہر رشتہ مختلف لگتا ہے۔

"میں تم سے آزادی چاہتا ہوں۔ میں نے ملک تبدیل کرنے کا سوچا ہے، اور اس سال مجھے حج پر بھی جانا ہے۔ میرا لائف اسٹائل جیسا بھی ہوگا، وہ شاید تمہارے معیار کے مطابق نہ ہو۔ اگر میں اپنی زندگی کی شروعات شادی کے لحاظ سے کروں، تو مجھے ایسی لڑکی چاہیے ہوگی جس کے میرے ساتھ اہداف ملتے ہوں، جس کے ساتھ میں ایک ہی صفحے پر آ سکوں اور ہاں، اگر مہوینا نے میری ساری غلطیوں کے بعد بھی مجھے اپنا لیا، تو میں اسی سے شادی کر لوں گا۔ مگر پہلے خود کو بدل کر مکمل طور پر نیا بنانا ہوگا، کیونکہ میرا ماضی اور اب تک کا حال ایسا نہیں تھا کہ وہ مجھے مل سکتی۔ میں اپنا مستقبل ایسا بناؤں گا کہ وہ مجھے مل جائے۔ اور اگر پھر بھی اُس نے مجھے قبول نہ کیا، تو جیسے وہ ٹھیک سمجھے۔" یہ کہہ کر وہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑا رہا۔

"کچھ نام صرف آپ کے نام کے ساتھ اچھے لگتے ہیں، وہ زندگی میں ساتھ اچھے نہیں لگتے۔ اور ہمارے نام تو ایک ساتھ اب اچھے بھی نہیں لگتے۔" مہروبہ نے دیوار پر لگی اپنے ویڈنگ سرٹیفکیٹ کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور کہا۔

تیری کہانی کو جنت کے لیے سنبھال رکھا ہے۔

تجھے نہیں معلوم دل میں کیا رکھا ہے۔

کچھ قصّے کھلیں بس محشر میں۔

اس لیے بھی محشر میں مزہ رکھا ہے۔

تو آسمان کا وہ چاند ہے جسے خدا نے میرا رکھا ہے۔

میری قسمت میں قسمت سے پہلے اُس نے تجھے لکھا ہے۔

از منیبہ شہباز